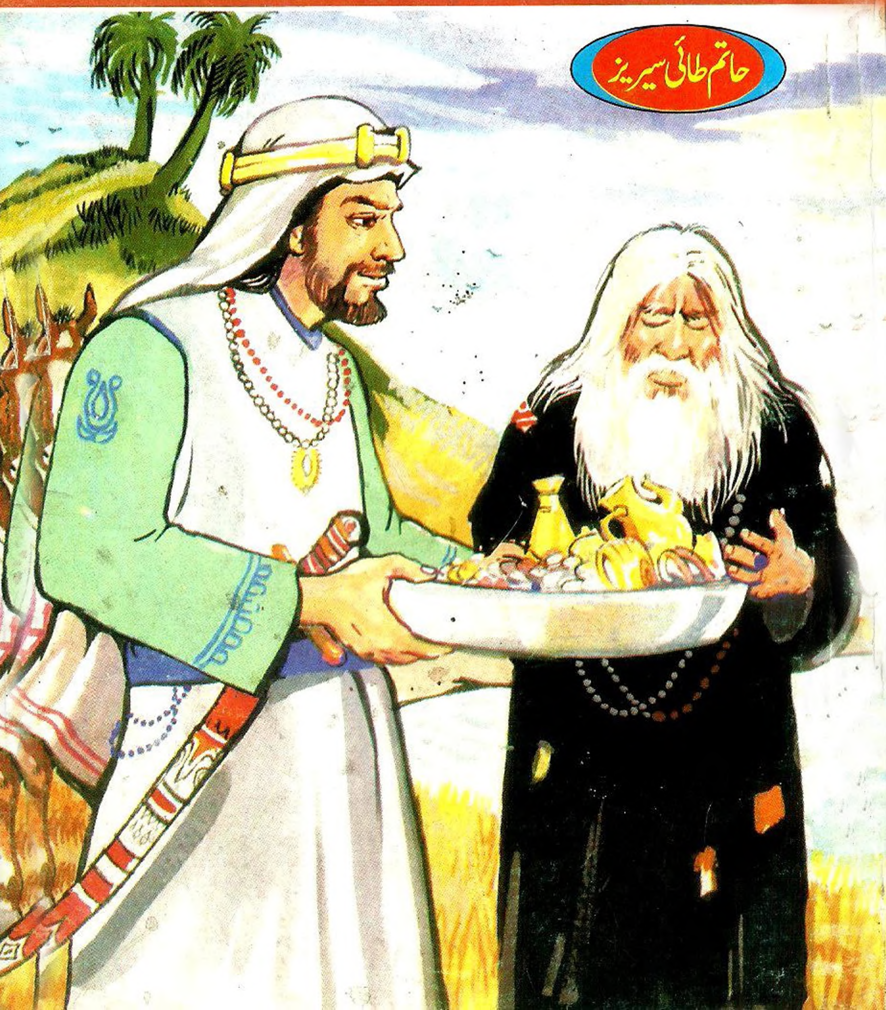
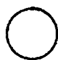
لاش کا لاکٹ



حاتم طائی کے کارنامے۔۲

لاش کا لاکٹ

اے حمید



مقبول اکیڈمی شاہراہ قائدِ اعظم لاہور

مقبول اکیڈمی
دیال سنگھ مینشن شاہراہ قائداعظم لاہور

پرنٹرز: معظم پرنٹرز۔ لاہور

ترتیب

دھماکہ

حاتم طائی مردہ خانے میں پڑا تھا۔

عمارہ اسے بیس پنسل بم اور خاموش پستول دے کر مُردہ خانے سے یہ کہہ کر واپس چلی گئی تھی کہ تم سُرنگ کے اسلحہ ڈپو میں بم لگانے کے بعد جتنی جلدی ہو سکے ہمایوں کے مقبرے پہنچ جانا جہاں ان کا ایجنٹ مقبرے کے پیچھے ایک جھونپڑے میں رہتا تھا۔ اس کے جاتے ہی مردہ خانے کا چوکیدار چاقو لے کر مردہ خانے کی کھڑکی میں سے کود کر اندر چلا آیا تاکہ لاوارث مردے حاتم طائی کا دل نکال کر بھون کر کھائے۔ کیونکہ یہ اس کی عادت تھی کہ وہاں جو بھی لاوارث مُردہ آتا چوکیدار رات کو اس کا دل نکال کر کھا جاتا تھا۔

مُردہ خانے میں بڑا کمزور بلب جل رہا تھا جس کی دھیمی روشنی میں حاتم طائی سرنگ کو جانے والا راستہ تلاش کر رہا تھا کہ اسے کھڑکی کے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ جلدی سے ایک الماری کے پیچھے ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ

چوکیدار ہاتھ میں خنجر لئے کھڑکی میں سے اندر کودا اور اس سٹریچر کی طرف بڑھا جہاں پہلے لاوارث مُردہ پڑا تھا۔ مگر اب سٹریچر کو خالی دیکھ کر وہ گھبرا کر دائیں بائیں تکنے لگا کہ مُردہ کہاں چلا گیا۔

حاتم طائی سمجھ گیا کہ یہ لاش چور ہے۔ اسے معلوم تھا کہ کچھ لوگ لاشوں کی ہڈیاں وغیرہ چوری کر کے فروخت کر دیتے ہیں۔ یہ ہڈیاں شہر کے میڈیکل کالج والے خرید لیتے ہیں۔ حاتم طائی اس وقت ایک بڑے نازک اور خطرناک قومی مشن پر تھا۔ وہ اپنے راستے میں کسی بھی رکاوٹ کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف چوکیدار پھٹی پھٹی نظروں سے دبے پاؤں چلتا مُردہ خانے میں لاوارث لاش کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ جونہی چوکیدار الماری کے قریب آیا حاتم طائی نے اس پر خاموش پستول کا فائر کر دیا۔

پستول میں سے ہلکی سی ٹھک کی آواز نکلی اور گولی چوکیدار کے دل کے پار ہو گئی۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حاتم طائی نے اسے وہیں پڑا رہنے دیا اور سرنگ کو جانے والا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اسے کہیں بھی کوئی ایسا شگاف نظر نہ آیا جہاں سے کسی سُرنگ کو راستہ جاتا ہو۔ آخر اسے الماری کے پیچھے لکڑی کا ایک

تختہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا نظر آیا۔ حاتم طائی نے اسے سرکایا تو اس کے پیچھے ایک زینہ نیچے جاتا دکھائی دیا۔ یہی وہ سُرنگ تھی جو آگے ٹیلے کے نیچے انڈین پولیس کے اسلحہ اور گولہ بارُود کے ڈپو کو جاتی تھی۔ گولہ بارُود کے اس ڈپو میں سے تخریب کاروں کو پاکستان میں انڈیا کے جاسوس اسلحہ سپلائی کرتے تھے۔ حاتم طائی اسی اسلحہ کے گودام کو تباہ کرنے آیا تھا۔

وہ سرنگ میں اُتر گیا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ دائیں کان میں پڑے ہوئے موت کے کراماتی چھلّے کو ہاتھ لگا کر دیکھے۔ ہو سکتا ہے اس کی طاقت واپس آگئی ہو۔ حاتم طائی نے کراماتی سونے کے چھلّے کو سیدھی انگلی سے چھُو کر دل میں اللہ کا نام لیا مگر وہ غائب نہ ہوا۔ سمجھ گیا اور کراماتی چھلّے کا اثر ختم ہو گیا ہے۔ موت بھی ابھی تک اس سے نہیں ملی تھی۔

حاتم طائی نے اپنے آپ سے کہا "کوئی بات نہیں، میں اللہ کے بھروسے پر آگے بڑھوں گا۔ اور انشاء اللہ اسلام اور پاکستان کی خاطر اپنے خطرناک مشن میں ضرور کامیاب ہوں گا۔"

خاموش پستول حاتم طائی نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا

اور زینہ اُتر کر سُرنگ میں دیوار کے بالکل ساتھ لگ کر قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ اچانک سرنگ میں ایک آدمی اس کے سامنے آ گیا۔ اس آدمی نے فوجی وردی پہن رکھی تھی اور کاندھے پر بندوق تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ حاتم طائی کو دیکھ کر شور مچاتا یا اس پر اپنی بندوق سے فائر کرتا حاتم طائی نے خاموش پستول کا فائر کر دیا۔ گولی اس کے سینے سے پار ہو گئی۔ وہ منہ کے بل گرا۔ حاتم طائی نے اس کی لاش کو گھسیٹ کر ایک طرف اندھیرے میں ڈال دیا اور دیوار کے ساتھ آگے کو کھسکنے لگا۔

جس انڈین فوجی کو حاتم طائی نے سرنگ میں ہلاک کیا تھا وہ اصل میں وہاں کا پہرے دار تھا اور اس وقت اسلحہ کے ڈپو میں صرف وہی ایک ہندو فوجی تھا۔ حاتم طائی نے دیکھا کہ آگے اسلحہ خانے کا دروازہ کھلا پڑا تھا۔ وہ اندر داخل ہو گیا۔ وہاں جگہ جگہ گولہ بارود کے کھوکھوں کے ڈھیر پڑے تھے۔ دیوار کے ساتھ بھی الماریوں میں بم اور گولیوں کے پیٹے رکھے ہوئے تھے۔ حاتم نے جیب سے پنسل بم نکال لئے۔ اس نے بڑی تیزی سے جگہ جگہ بم لگا کر ان کے ٹائم کلاک اون کر دیئے۔

اب ان سارے پنسل بموں کو زبردست دھماکوں سے ایک

ایک دو دو منٹ بعد پھٹ جانا تھا۔ ویسے تو وہاں سارے اسلحہ کے ڈپو کو تباہ کرنے کے لئے ایک بم کا پھٹنا ہی کافی تھا۔ کیونکہ وہاں بارود ہی بارود پڑا تھا۔ مگر احتیاط کے لئے حاتم طائی نے وہاں تین پنسل بم لگا دیئے تھے تا کہ اگر ایک کسی وجہ سے نہ پھٹ سکے تو دوسرا اور پھر تیسرا پھٹ جائے۔ بم لگاتے ہی وہ واپس مڑا۔ تیز تیز قدموں سے چل کر سرنگ میں سے ہوتا ہوا دیوار کے شگاف میں سے نکل کر مردہ خانے میں آ گیا۔ مردہ خانے کا دروازہ کھلا تھا کیونکہ وہاں لاش چور آیا تھا جس کی لاش مردہ خانے کے فرش پر ویسے ہی پڑی تھی۔

حاتم طائی نے دروازے میں سے باہر جھانک کر دیکھا۔ چاروں طرف رات کا اندھیرا تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک خیمے کے اندر روشنی ہو رہی تھی جہاں تین انڈین سپاہی ریڈیو ٹرانسسٹر پر بھارتی گانے سن رہے تھے۔ ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں وہاں اُن کے نیچے بارُود کا گودام تھوڑی دیر بعد قیامت کے دھماکے سے پھٹنے والا ہے اور ان کے پرخچے اڑنے والے ہیں۔ حاتم مردہ خانے کے دروازے سے نکلتے ہی سامنے کی طرف جانے کی بجائے دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا پیچھے آ گیا۔ یہاں ایک چھوٹا سا میدان تھا جس کی ایک جانب ہسپتال تھا اور سامنے کی طرف

سڑک تھی۔ حاتم جھک کر چلتا میدان پار کر گیا۔ سڑک پر آ کر اس نے شہر کی طرف رُخ کیا اور درختوں کے نیچے اندھیرے میں دوڑنے لگا۔ جب اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ دھماکے کی زد سے نکل آیا ہے تو ایک طرف چھُپ کر بیٹھا اور ہسپتال کے مردہ خانے پر نظریں جما دیں۔ مردہ خانے کے روشندان میں زرد پھیکی روشنی نکل رہی تھی۔

ابھی تک کوئی بم نہیں پھٹا تھا۔ حاتم پریشان سا ہو گیا۔ کہیں تینوں کے تینوں بم ناکارہ تو نہیں ہو گئے؟ وہ سوچنے لگا۔ ابھی اس نے ایسا سوچنا شروع ہی کیا تھا کہ زمین ایسے لرزی جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ حاتم طائی آگے کو گر پڑا۔ یہ زلزلہ نہیں تھا بلکہ دھماکے کا اثر تھا۔ ایک ایسا بھیانک دھماکہ ہوا تھا کہ حاتم طائی کے کانوں کے پردے جیسے پھٹ گئے تھے۔ اس نے منہ اُٹھا کر مُردہ خانے کی طرف دیکھا۔ اسے وہاں سوائے آگ کے آسمان کو بلند ہوتے۔ شعلوں کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ چاروں طرف شور مچ رہا تھا۔ ہسپتال کی دیواریں آگ کی وجہ سے روشن ہو گئی تھیں۔ حاتم مسکرایا۔ اس کا مشن کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے دشمن کے اسلحہ خانے کو تباہ کر دیا تھا۔ وہ آگے مقبرہ ہمایوں کی طرف چل پڑا۔ عمارہ نے اسے وہیں آنے کے لئے کہا تھا اور بتایا تھا کہ وہاں

اسے اپنا ایک جاسوس سادھو کے بھیس میں ملے گا۔ حاتم جب مقبرہ ہمایوں کے پیچھے آیا تو اسے ایک جگہ سیڑھیوں پر ایک انسانی سایہ بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ وہ اس کی طرف بڑھا۔ یہ ایک سادھو تھا۔ اس کے بال اس کے کاندھوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ حاتم نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ ہمارا جاسوس نہ ہو بلکہ کوئی اصلی سادھو ہو۔ وہ آگے نکل گیا۔ مگر پیچھے سے سادھو نے آواز دی:

"عمارہ نے تمہیں مجھ سے ملنے کے لئے کہا تھا حاتم!"

حاتم وہیں رُک گیا۔ واپس سادھو کے پاس آیا تو سادھو نے کہا:

"حاتم! تم نے بڑی بہادری سے کام کیا ہے۔ میں نے بارود کے دھماکے کی آواز سن لی ہے۔"

حاتم طائی بولا:

"اب میرے لئے کیا آرڈر ہے؟ کیا عمارہ سے مل سکتا ہوں؟"

سادھو نے کہا:

"عمارہ مقبرے کے اندر تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

حاتم طائی مقبرے کے اندر آ گیا۔ عمارہ وہاں ایک ستون کے پاس خاموش بیٹھی تھی۔ حاتم طائی کو دیکھتے ہی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"مشن کی کامیابی مبارک ہو حاتم! اسلحہ اُڑ گیا ہے دھماکے کی آواز تو سارے شہر دلّی نے سن لی ہو گی"

حاتم طائی بولا:

"مجھے تو خطرہ تھا کہ کہیں عین وقت پر پنسل بم نہ پھٹیں۔ جب تو بڑی مشکل ہو جاتی"

عمارہ نے کہا:

"ایسا کبھی نہیں ہوا آج تک۔ یہ ٹائم بم بڑی محنت سے تیار کرائے جاتے ہیں"

حاتم طائی بولا:

"اب کیا ارادہ ہے؟ میرا مطلب ہے کوئی دوسرا منصوبہ اس وقت سامنے ہے تو بتاؤ میں وہ بھی انجام دے دوں"

عمارہ نے کہا:

"میں چیف سے بات کر کے ہی کچھ بتا سکوں گی تم میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں اپنے اڈے پر پہنچنا چاہیے۔ کیونکہ فوج ہماری تلاش میں نکل چکی ہو گی"

عمارہ اور حاتم طائی اپنے خاص خفیہ اڈے پر پہنچ گئے جو دریا کے دوسرے کنارے پر تھا۔ یہاں آتے ہی عمارہ

نے وائرلیس کے ذریعے پاکستان میں اپنے چیف کو اطلاع کر دی کہ بارود کا ذخیرہ اڑا دیا گیا ہے اور دشمن کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

چیف نے دوسری طرف سے مبارک باد دی اور کہا:

"اب دوسرا مشن تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

"وہ کیا ہے سر؟" عمارہ نے پوچھا:

چیف نے کہا:

"ہمارا ایجنٹ صبح تمہیں تمہارے اڈے پر آ کر ملے گا۔ اس کا نمبر ایل ٹی گیارہ ہو گا۔ تم اس کا نمبر ضرور پوچھ لینا۔ وہ تمہیں تمہارے دوسرے مشن کی ساری تفصیل بتا دے گا۔"

اتنا کہہ کر چیف کے سگنل بند ہو گئے۔

حاتم طائی بولا:

"یہ کون سا مشن ہو گا تمہارے خیال میں عمارہ؟"

عمارہ نے کہا:

"میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ہو سکتا ہے دشمن کا کوئی دوسرا بارودی ذخیرہ اڑانا ہو۔"

رات انہوں نے اسی خفیہ اڈے پر گزار دی۔ صبح ہوئی تو عمارہ باہر جا کر چائے وغیرہ لے آئی۔ دونوں نے مل کر

ناشتہ کیا۔ اتنے میں باہر سے گانے کی آواز آئی۔ انہوں نے خفیہ سوراخ میں سے دیکھا۔ مقبرے کے باہر ایک فقیر اک تارا لئے گانا گا رہا تھا اور آہستہ آہستہ ان کے خفیہ اڈے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عمارہ نے کہا:

"یہی اپنا ایجنٹ لگتا ہے۔"

حاتم بولا:

"جب تک وہ اپنا نمبر نہ بتائے اسے اندر ہرگز مت آنے دینا۔"

عمارہ نے کہا:

"اتنی عقل مجھ میں ہے حاتم!"

اک تارے والے فقیر نے گانا بند کر دیا۔ چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی۔ پھر خفیہ اڈے کے خفیہ دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ عمارہ نے سرگوشی میں کہا:

"لگتا ہے اسے ہمارے اڈے کا پتہ معلوم ہے۔"

اس کے ساتھ ہی فقیر سوراخ کے قریب آکر بولا:

"عمارہ حاتم میں اندر آنے والا ہوں۔ دروازہ کھول دو۔"

عمارہ نے پوچھا:

"تم کون ہو؟ تمہارا نمبر کیا ہے؟"
فقیر نے کہا:
"ایل ٹی ڈ گیارہ"
عمارہ نے اڈے کا خفیہ دروازہ کھول دیا۔ فقیر جلدی سے اندر آ گیا اور بولا:
"تم لوگوں کو یہاں سے نکل کر میرے ہوٹل میں چلنا ہو گا۔ میں تمہیں اپنے ہوٹل کا ایڈریس دیتا ہوں۔ وہاں پہنچ جاؤ۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا۔ باقی ساری باتیں وہیں ہوں گی۔"
اس نے عمارہ اور حاتم کو جیب سے ایک کارڈ نکال کر دیا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔ کارڈ پر دلی کے ایک شاندار ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر لکھا تھا۔
حاتم طائی بولا:
"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ ہمارا ہی آدمی ہے عمارہ؟"
عمارہ بولی:
"اس کے سوا دوسرا کوئی یہ نمبر نہیں بتا سکتا تھا ہمیں اس کے ہوٹل پہنچنا چاہیئے۔"
دونوں نے کپڑے تبدیل کئے۔ عمارہ نے انگریزی لباس پہن لیا۔ حاتم نے بھی پتلون قمیض پہنی۔ دونوں خفیہ اڈے سے

نکل کر سڑک پر آئے۔ وہاں سے ٹیکسی لی اور سیدھا دلّی کے شاندار ہوٹل میں پہنچ گئے۔

چیف کا ایجنٹ کمرے میں خوبصورت انگریزی سوٹ پہنے ان کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ حاتم اور عمارہ کو اس نے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ خود دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ الماری میں سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی اور اسے میز پر کھولتے ہوئے بولا:

"یہ مشن یہاں سے دُور کالے پانیوں کے جزیرے کا مشن ہے۔ تمہیں یہاں سے کالے پانی کے جزیرے بلیک آئی لینڈ میں جانا ہوگا"

عمارہ نے پوچھا:

"وہاں ہم جا کر کیا کریں گے"؟

ایجنٹ نے کاغذ پہ چھوٹا سا نقشہ بنا رکھا تھا۔ اس پر انگلی رکھ کر بولا:

"یہ بلیک جزیرے کی پرانی جیل کا نقشہ ہے۔ کسی زمانے میں جب ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی تو اس جیل خانے میں سیاسی لیڈروں کو عمر قید کی سزا دی جاتی تھی۔ اب یہاں کوئی قیدی نہیں ہے۔ جیل بالکل خالی ہے۔ اس کے لوہے کے دروازے لوگ اکھاڑ

کر لے گئے ہیں مگر اس جیل خانے پر انڈین حکومت کا قبضہ ہے اور یہاں انڈین حکومت کے محکمہ پولیس نے ایک الماری میں اپنی اس خفیہ آبدوز کا نقشہ رکھا ہوا ہے جو ابھی اس نے تیار کرنی ہے تمہیں اس نقشے کو وہاں سے نکال کر ضائع کر دینا ہے۔ ہمیں خاص ذریعے سے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ اس نقشے کی کوئی دوسری کاپی ابھی انڈین حکومت نے تیار نہیں کی۔ وہ صرف ایک ہی کاپی ہے۔ اس طرح سے اگر تم وہ نقشہ تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارا ملک دشمن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دے گا۔ کیا تم اس مشن کے لئے تیار ہو؟"

حاتم طائی نے کہا:

"میں تو تیار ہوں"

عمارہ بولی:

"لیکن ہم اس کالے پانی کے جزیرے میں کیسے پہنچیں گے؟"

ایجنٹ کہنے لگا:

"یہاں سے تم لوگ کلکتے جاؤ گے وہاں کرشن

سٹریٹ کی خشک فروٹ کی مارکیٹ کی دکان نمبر۴
میں اپنا ایک اور ایجنٹ ملے گا۔ اس کا نمبر ایل
ایم سات ہے وہ تمہیں پہچان لے گا۔ تم اس سے
نمبر پوچھ لینا۔ اس کو تم دونوں کی تصویریں پہنچا دی
گئی ہیں۔ وہ تمہیں آگے کالے پانی کے جزیرے میں
پہنچانے کا بندوبست کر دے گا۔ یہ لو روپے۔ یہ
تمہارے کام آئیں گے۔"

ایجنٹ نے ایک تھیلا عمارہ کے حوالے کیا جس میں کافی
نوٹ بھرے ہوئے تھے۔

"یہ تم دونوں کے کلکتے تک کے ہوائی جہاز کے ٹکٹ
ہیں۔ تمہاری سیٹیں ہوائی جہاز میں ریزرو کروا دی
گئی ہیں۔ تمہارا جہاز ٹھیک دو بجے دوپہر دلی کے
ایئر پورٹ سے پرواز کرے گا۔ اس وقت گیارہ بجے
ہیں۔ اتنی دیر تم میرے کمرے میں ہی رہو گے۔ میں
جا رہا ہوں۔ تمہارے لئے کھانا ٹھیک بارہ بجے آ
جائے گا۔ کوئی اور بات؟"

عمارہ نے کہا:

"کوئی اور بات نہیں۔"

ایجنٹ کمرے سے نکل گیا۔ حاتم طائی اور عمارہ وہاں بیٹھے

اپنے نئے مشن کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔

حاتم نے پوچھا:

"عمارہ! کیا تم پہلے کبھی کالے پانیوں کے جزیروں میں گئی ہو؟"

عمارہ نے کہا:

"نہیں۔ میں وہاں پہلے کبھی نہیں گئی۔"

حاتم نے مسکرا کر کہا:

"میں بہت عرصہ پہلے ان جزیروں کی سیر کر چکا ہوں۔"

"کیسے ہیں یہ جزیرے؟" عمارہ نے پوچھا:

حاتم طائی بولا:

"بڑے خطرناک جزیرے ہیں۔ یہ سارے جزیرے کالے سمندر میں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں گھنے خطرناک جنگل ہیں جن میں زہریلے سانپ بچھو اور ہاتھی چھپتے رہتے ہیں کسی کسی جزیرے میں آدم خور جنگلی بھی رہتے ہیں جو باہر کے کسی آدمی کو دیکھتے ہی اسے پکڑ لیتے ہیں اور پھر اسے آگ پر بھون کر کھا جاتے ہیں۔"

عمارہ بولی:

"تب تو ہمیں پورا بندوبست کر کے جانا ہوگا۔"

حاتم طائی کہنے لگا:

"ہمارے پاس خاموش پستول ہیں۔ ہمیں زہریلے پستول کی بھی ضرورت ہو گی جس میں سے زہریلی گولی نکل کر دشمن کو لگتے ہی ختم کر دیتی ہے۔"

عمارہ نے کہا:

"ہو سکتا ہے کلکتے میں جو اپنا ایجنٹ ہے وہ اس کا بندوبست کر دے۔"

ٹھیک بارہ بجے ان کے لئے کھانا آ گیا۔ انھوں نے کھانا کھایا اور ایک بجے دوپہر کو ٹیکسی لے کر ایئرپورٹ کی طرف چل پڑے۔ ان کی سیٹیں ریزرو تھیں۔ دلّی سے کلکتے تک کے ٹکٹ ان کے پاس تھے۔ دونوں نے انگریزی لباس پہن رکھا تھا۔ کسی کو ان پر شک نہ ہوا کہ یہ پاکستانی جاسوس ہیں۔ کاؤنٹر پر ٹکٹ دکھا کر دونوں نے بورڈنگ کارڈ حاصل کیا۔ اور لاؤنج میں آ گئے۔

ٹھیک دو بجے جہاز ٹیک آف کر گیا۔

جہاز ایک خاص بلندی پر پرواز کرتے ہوئے جب کلکتے پہنچا تو وہاں بادل چھائے ہوئے تھے اور بارش ہو رہی تھی۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ شام ابھی نہیں ہوئی تھی۔ عمارہ اور حاتم طائی نے کلکتے کے ہوائی اڈے سے باہر آ کر ٹیکسی لی اور کلکتے کی خستہ حال

فروٹ مارکیٹ میں آ گئے۔ یہاں پوچھتے پوچھتے وہ کرشن سٹریٹ میں آ گئے۔ یہاں دکانوں پر خشک میوں کے ڈھیر لگے تھے۔ ایک دکان پر چار نمبر لکھا تھا۔ عمارہ اور حاتم وہاں رُک گئے۔

عمارہ نے کہا:

"میرا خیال ہے یہی ہمارا ایجنٹ ہے۔"

دکان پر ایک دُبلا پتلا مگر بڑی تیز چمکیلی آنکھوں والا آدمی بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اتفاق سے دکان پر اس وقت کوئی گاہک نہیں تھا۔

عمارہ نے قریب جا کر پوچھا:

"کیا خشک آم مل جائیں گے؟"

دکان دار نے عمارہ کی طرف دیکھے بغیر کہا: "خشک آم نہیں ہوا کرتے" اور اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

حاتم نے کہا:

"ہم بڑی دور سے آئے ہیں۔"

دکاندار نے نظریں اُٹھا کر دونوں کو دیکھا۔ اس نے فوراً پہچان لیا کہ یہی عمارہ اور حاتم طائی ہیں۔ اس نے کہا:

"ہاں۔ خشک آم میرے پاس ہیں۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ دکان سے اُٹھ کر حاتم طائی اور عمارہ کو دکان کے پیچھے کمرے میں لے گیا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا اور سب سے پہلا سوال کیا۔

"تمہارے پیچھے تو کوئی آدمی نہیں لگا؟"
عمارہ نے کہا:
"ہمیں معلوم نہیں"
حاتم نے پوچھا:
"مگر سب سے پہلے تم اپنا نمبر بتاؤ میرا مطلب ہے تمہارا خفیہ کوڈ نمبر کیا ہے؟"
ایجنٹ مسکرایا: "میرا نمبر ایل ایم سات ہے۔ کیا اب بھی تمہیں اعتبار نہیں؟"
پھر اس نے الماری میں سے حاتم طائی اور عمارہ کی دو تصویریں نکال کر انہیں دکھائیں اور بولا:
"اب تو تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ہی ہوگا۔"
عمارہ نے کہا:
"بھروسہ تو ہم نے نمبر سنتے ہی کر لیا ہے۔"
ایجنٹ کہنے لگا:
"یہاں تم سے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ میں تمہیں ایک جگہ کا ایڈریس بتاتا ہوں۔ تم دونوں وہاں پہنچ جاؤ۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"
ایجنٹ نے حاتم اور عمارہ کو شہر سے دور دریا کنارے ایک خالی کوٹھی کا پتہ بتایا۔ یہاں اس نے خشک میووں کا اپنا گودام

بنا رکھا تھا، کہنے لگا:

"ٹیکسی تمہیں وہاں پہنچا دے گی۔ دریا کے پل کی دوسری طرف جاتے ہی تم ٹیکسی کو چھوڑ دینا اور پیدل ہی کوٹھی میں جانا۔ یہ چابی اس کے پچھلے کمرے کی ہے، تم وہاں بیٹھ جانا۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہارے پاس ہونگا۔"

ایجنٹ نے حاتم اور عمارہ کے لیے چائے اور کیک منگوایا۔ چائے پینے کے بعد دونوں وہاں سے نکل کر ٹیکسی لے کر دریا کے پل کی دوسری طرف پہنچ کر حاتم نے ٹیکسی چھوڑ دی اور وہ دونوں پیدل ہی پرانی خالی کوٹھی میں آ گئے۔ کوٹھی ویران پڑی تھی۔ آگے بڑے کمرے پر تالا پڑا تھا۔ عمارہ نے چابی لگا کر کمرہ کھول دیا۔ اندر کرسیاں اور ایک میز پڑا تھا۔ کونے میں لوہے کی پرانی الماری رکھی ہوئی تھی۔ حاتم اور عمارہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ آسمان پر بادل چھائے تھے۔ بارش رک گئی تھی۔ ایک گھنٹے بعد ایجنٹ بھی آ گیا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ الماری کھول کر اس میں سے کالے پانی کے جزیرے بلیک آئی لینڈ کا نقشہ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا، کہنے لگا:

"یہ وہ جزیرہ ہے جس کا نام بلیک آئی لینڈ ہے اور یہ وہ جیل ہے اور یہ جیل کا کمرہ ہے جہاں لوہے کی الماری میں آبدوز کا نقشہ رکھا ہوا ہے۔"

اس کے بعد ایجنٹ نے حاتم اور عمارہ کو مشن کی ساری باتیں اچھی طرح سے سمجھا دیں کہ انہیں کہاں سے بحری جہاز میں سوار ہونا ہے۔ کہاں جا کر اُترنا ہے اور پھر کہاں جانا ہے۔

عمارہ نے پوچھا:

"کیا وہاں ہمارا کوئی آدمی نہیں ہے"۔

ایجنٹ نے کہا:

"نہیں وہاں ہمارا کوئی آدمی نہیں ہے۔ یہ سارا کام تمہیں خود ہی کرنا ہو گا۔ ویسے تمہیں ایک زہریلا ٹیوب دے دیا جائے گا۔ اس ٹیوب کو دبانے سے اندر سے زہر کی باریک دھار نکل کر دشمن پر گرے گی اور وہ وہیں مر جائے گا"۔

ایجنٹ نے الماری میں سے سیاہ رنگ کی چھوٹی سی ٹیوب نکال کر عمارہ کو دی۔ یہ ٹیوب انجکشن کے سرنج کی طرح کی تھی۔ اس کے درمیان میں ایک چھوٹا سا بٹن لگا تھا۔

ایجنٹ نے کہا:

"مصیبت کے وقت اس بٹن کو ذرا سا دبا دینا۔ اس میں سے بڑے خطرناک زہر کی لکیر نکل کر دس پندرہ قدم تک کھڑے دشمن کے جسم پر جا کر پڑے گی۔ جونہی زہر دشمن کے جسم سے یا

جسم کے کپڑوں سے ٹکرائے گا وہ فوراً نیچے گرے گا اور مر جائے گا۔ یہ ایک خاص قسم کا زہر ہے جو ہم نے یورپ سے منگوا کر اس میں بھر دیا ہے۔"

حاتم طائی کہنے لگا:

"لیکن ہمیں اس انگریزی لباس میں وہاں نہیں جانا چاہیے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

ایجنٹ نے کہا:

"میں نے تم دونوں کا سارا انتظام کر رکھا ہے کالے جزیرے میں میرا ایک واقف کار آدمی ہے اس کا نام ڈیوڈ ہے۔ وہ عیسائی ہے اور وہاں مزدوروں کا ٹھیکیدار ہے۔ وہ یہاں سے مزدوروں کو منگوا کر انہیں وہاں کام پر لگاتا ہے۔ میں نے اس کو تم دونوں کی تصویریں بھی بھجوا دی ہیں اور تمہارے نام بھی بنا دیئے ہیں۔ وہاں تم رامو اور سندری کے نام سے جاؤ گے تم دونوں ہندو میاں بیوی ہو گے اور مزدوری کا کام کرو گے۔ اپنے آپ کو بھی مزدور ہی ظاہر کرو گے۔ تمہارا سمندری جہاز پرسوں صبح سویرے کلکتے

کی بندرگاہ سے کالے پانی کے جزیروں کی
طرف روانہ ہو گا۔ تب تک تم اسی کوٹھڑی میں
رہو گے۔ جانے سے پہلے تمہارا لباس بدل
دیا جائے گا۔"
عمارا اور حاتم طائی خاموشی سے ایجنٹ کی باتیں سنتے
رہے۔



جزیرے کے آدم خور

دوسرے دن حاتم طائیؒ اور عمارہ نے مزدوروں ایسا لباس پہنا۔ ایک چھوٹا سا ٹرنک اور بستر باندھ کر ساتھ رکھ لیا اور بندرگاہ پر آ گئے۔ کالے پانی جانے والا سمندری جہاز بندرگاہ پر تیار کھڑا تھا۔ ٹکٹ ان کے پاس تھے۔ ایجنٹ پیچھے ہی اُن سے الگ ہو گیا تھا۔ دونوں مزدوروں کے حلیے میں جہاز کے عرشے پر ایک طرف دوسرے مسافروں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ ایک گھنٹے بعد جہاز روانہ ہو گیا۔ یہ جہاز پہلے تو دریا میں چلتا رہا۔ رات ہو گئی، آدھی رات کے بعد وہ سمندر میں داخل ہو گیا۔ صبح اُٹھ کر عمارہ اور حاتم نے دیکھا تو چاروں طرف سمندر ہی سمندر تھا۔ عمارہ نے حاتم طائیؒ سے کہا:

"یہ تو کالا سمندر ہے۔"

حاتم طائیؒ بولا:

"ہاں۔ اس کو اسی لئے کالا پانی کہا جاتا ہے۔

اصل میں سمندر کا پانی کالا نہیں ہے۔ بلکہ اس سمندر کے نیچے کالے سیاہ پہاڑ ہیں جن کا عکس پانی کی سطح پر پڑتا ہے تو پانی کا رنگ سیاہ نظر آتا ہے"۔

عمارہ نے پوچھا:

"ہم کس وقت کالے پانی کے جزیرے میں پہنچیں گے"؟

حاتم مسکرایا، کہنے لگا:

"ہمیں دو دن لگ جائیں گے"۔

عمارہ خاموش ہو گئی۔

حاتم طائی نے کہا:

"یاد رکھنا۔ اب تمہارا نام سندری ہے اور میرا نام رامو ہے۔ ہم دونوں انڈیا کے رہنے والے ہیں"۔

عمارہ بولی:

"تم فکر نہ کرو۔ مجھے سب یاد ہے"۔

دو دن تک جہاز سمندر کے سیاہ پانیوں میں سفر کرتا رہا۔ تیسرے دن صبح کے وقت دور سے جزیروں کے درخت نظر آنے لگے۔

ایک آدمی نے دوسرے کہا:

"بھیّا! کالے پانی کے جزیرے آگئے ہیں"۔

سب مسافر جزیروں کے درختوں کو تکنے لگے جو سیاہ لکیروں کی شکل میں نظر آ رہے تھے۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے جہاز کو دو گھنٹے لگ گئے۔ اب جہاز جزیروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ یہ جزیرے بڑے سرسبز اور شاداب تھے ناریل اور دوسرے درخت ہواؤں میں لہرا رہے تھے۔

عمارہ کہنے لگی:

"یہ جزیرے تو بڑے خوبصورت ہیں حاتم۔ تم تو کہتے تھے کہ یہ بڑے خطرناک اور خوفناک جزیرے ہیں"۔

حاتم طائی مسکرا کر بولا:

"یہ وہ جزیرے ہیں جہاں لوگ کوٹھیوں میں رہتے ہیں۔ یہاں سب کچھ ملتا ہے۔ جو خطرناک جزیرے ہیں وہ ان سے آگے ہیں۔ وہاں کوئی آبادی نہیں ہے"۔

عمارہ بولی:

"مگر جس جزیرے یعنی کالے جزیرے میں ہمیں جانا ہے وہاں تو آبادی ہے نا؟"

"کیوں نہیں۔ وہاں تو شہروں کی طرح لوگ مکانوں اور کوٹھیوں میں رہتے ہیں۔ حاتم طائی نے جواب دیا۔ ہمارا جہاز اسی جزیرے کی طرف جا رہا ہے"۔

بلیک آئی لینڈ سامنے ہی تھا۔ دُور سے کوٹھیوں کی لال لال ڈھلانی چھتیں نظر آ رہی تھیں۔ حاتم بولا:

"یہ ہے بلیک آئی لینڈ یعنی کالا جزیرہ جہاں ہمیں اُترنا ہے۔"

جہاز کالے جزیرے کے ساحل کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ لنگر پھینک دیا گیا۔ تختہ جہاز کے ساتھ لگ گیا اور تھرڈ کلاس کے مسافر اترنے لگے۔ حاتم اور عمارہ نے بھی مزدوروں کے حُلیے میں تھرڈ کلاس ہی میں سفر کیا تھا۔ وہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ نیچے اُتر آئے۔

حاتم نے آہستہ سے عمارہ سے کہا:

"ہمیں یہاں سے ڈیوڈ ٹھیکے دار کا پتہ پوچھ کر اس کے پاس جانا ہے۔"

بہت جلد انہیں پتہ چل گیا کہ ڈیوڈ ٹھیکیدار انہیں کہاں ملے گا، وہ جزیرے کا مشہور ٹھیکے دار تھا۔ جزیرے پر کام کرنے والے مزدور وہی سپلائی کرتا تھا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر مگر بڑے مضبوط جسم والا آدمی تھا۔ اس کے پاس کلکتے سے پہلے ہی خط پہنچ چکا تھا کہ رامو اور اس کی بیوی سُندری آ رہے ہیں انہیں کام دلا دینا۔ ڈیوڈ نے حاتم اور عمارہ کو جو رامو مزدور اور اُس کی بیوی سُندری کے رُوپ

میں ہنستے اسی وقت رجسٹر کر لیا اور کہا :

"تم دونوں کو بیس بیس روپے روزانہ مزدوری ملا کرے گی۔ تمہارا کام جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹنا ہو گا۔"

حاتم طائی نے پوچھا :

"ہمارے رہنے کا کیا بندوبست ہو گا جی ؟"

ڈیوڈ نے غصّے سے کہا :

"ارے وہیں جھونپڑی مل جائے گی اور کیا تمہارے واسطے میں کوئی محل بنواؤں گا۔"

دوسرے مزدور دانت نکال کر ہنسنے لگے۔ عمارہ اور حاتم طائی خاموشی سے انسپکٹر کے ساتھ جنگل میں آ گئے جہاں دوسرے مزدوروں کے ساتھ انہیں بھی ایک جھونپڑی مل گئی۔ انہوں نے اپنا بستر وہاں لگا دیا۔ عمارہ نے زہریلی ٹیوب اور حاتم طائی نے خاموش پستول کونے میں صندوق رکھ کر چھپا دیا۔

حاتم طائی بولا :

"یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ہمیں اسی جزیرے یعنی بلیک آئی لینڈ ہی میں کام مل گیا ہے جہاں جیل ہے۔"

عمارہ نے کہا :

"ہمیں سب سے پہلے اس جیل کا جائزہ لینا ہوگا اور یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہاں کوئی پہرہ تو نہیں لگا، کیوں کہ ظاہر ہے اتنی قیمتی دستاویز اندر چھپائی گئی ہے تو وہاں باہر پہرہ تو ضرور لگا ہوگا"۔

حاتم طائی بولا :

"کوئی بات نہیں۔ سب کچھ معلوم کریں گے پہلے کام تو شروع کریں"۔

وہ دن اور رات انھوں نے آرام کیا۔ دوسرے دن انہیں کام پر لگا دیا گیا۔ انہیں کلہاڑیاں دے دی گئیں۔ ان کا کام جنگل میں سوکھے درختوں کو کاٹنا تھا۔ سارا دن وہ کام میں لگے رہے جس کی وجہ سے عمارہ تو تھک گئی۔ شام کو وہ بستر پر گر پڑی اور بولی :

"حاتم بھائی ! یہ کام تو میں زیادہ دیر نہ کرسکوں گی"۔

حاتم طائی بولا :

"ٹھیک ہے۔ تم آرام کرو۔ تمھیں کام کی ضرورت نہیں میں ٹھیکیدار سے کہہ دوں گا کہ میری بیوی بیمار ہے وہ کام نہیں کرے گی۔ میں کام کروں گا"۔

چنانچہ دوسرے دن حاتم طائی نے انسپکٹر سے کہا کہ میری بیوی بیمار ہے وہ کام نہیں کیا کرے گی۔ میں کروں گا یہ کام۔
انسپکٹر بولا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اسے بھی کام کرنا ہو گا"

حاتم طائی نے کہا:

"مگر وہ بیمار ہے۔ وہ اتنا سخت کام نہیں کر سکتی۔ اسے کوئی دوسرا چھوٹا موٹا کام دے دیں"

انسپکٹر نے کہا:

"ٹھیک ہے۔ پھر وہ سامنے ہمارے دفتر میں صفائی کا کام کیا کرے"

یہ کام بڑا آسان تھا۔ عمارہ اب مزدوروں کے انسپکٹر کے دفتر میں صفائی کرتی اور حاتم جنگل میں لکڑیاں کاٹتا۔ اس دوران حاتم طائی جنگل میں لکڑیاں کاٹنے کے بہانے دُور تک نکل جاتا۔ اس نے بہت جلدی ایک ٹیلے کے پیچھے وہ جیل دیکھ لی جس کے اندر آبدوز کا نقشہ تھا۔ یہ جیل کافی لمبی چوڑی تھی۔ لمبی لمبی بارکیں بنی ہوئی تھیں۔ باہر کی دیوار جگہ جگہ سے گر چکی تھی۔ مگر اندر برآمدوں میں لوہے کے جنگلے اسی طرح کھڑے تھے۔ وہاں حاتم طائی نے ایک جگہ دو سپاہی بھی بندوق لئے کھڑے دیکھے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہیں سے

راستہ جیل کے اندر اس کوٹھڑی تک جاتا ہے۔ جہاں آبدوز کا نقشہ رکھا گیا ہے۔

رات کو اس نے عمارہ سے آکر بات کی اور کہا:

"میں نے جیل کا وہ دروازہ دیکھ لیا ہے جہاں سے خفیہ کوٹھڑی یا تہہ خانے کو راستہ جاتا ہے۔ وہاں دو سپاہی پہرہ دیتے ہیں۔"

عمارہ نے صندوق سے ایجنٹ کا نقشہ نکال کر دیکھا، یہ وہی جگہ تھی جو نقشے میں دکھائی گئی تھی۔ عمارہ نے نقشہ صندوق میں رکھ دیا اور کہنے لگی:

"اب یہ معلوم کرنا ہے کہ وہاں کتنے سپاہی پہرہ دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ بہت ضروری ہے۔"

حاتم طائی بولا:

"یہ بھی دو ایک دن میں معلوم کر لوں گا۔"

حاتم طائی نے دو دنوں کے اندر اندر جنگل میں جیل کے ارد گرد چل پھر کر بہت سی معلومات حاصل کر لیں مگر ابھی تک اسے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ جیل کے اندر جو راستہ جاتا ہے وہاں کتنے سپاہی ہیں اور یہ معلوم کرنا بہت ضروری تھا۔ عمارہ نے کہا:

"حاتم! میں کوئی بھیس بدل کر اندر جاؤں گی۔"

حاتم نے فوراً کہا :

"ہرگز نہیں ۔ تم نہیں جاؤ گی ۔ تمہاری جگہ میں کوئی بھیس بدل کر جاؤں گا ۔"

" تم کیا بھیس بدلو گے ۔" عمارہ نے پوچھا ؛

حاتم طائی بولا :

" میں سادھو بن کر سپاہیوں کے پاس جاؤں گا یہ لوگ بڑے کمزور عقیدے کے ہوتے ہیں اور سادھوؤں سے بڑا ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ کوئی بددعا نہ دے دیں میں ان کے مزاج سے واقف ہوں ۔"

اگلے دن چھٹی ۔ حاتم طائی نے سادھو کا بھیس بدلا ۔ بالوں کو کندھے پر بکھرایا ۔ ہاتھ میں ترشول پکڑا ۔ صرف ایک لنگوٹی پہنی اور الکھ نرنجن کا نعرہ بلند کرتا جیل کی طرف روانہ ہوگیا ۔ جیل وہاں سے زیادہ دور نہیں تھی ۔ وہ رام رام کرتا جیل کی ٹوٹی ہوئی دیوار میں سے اندر داخل ہوگیا ۔

سامنے دونوں سپاہی پہرے پر کھڑے تھے ۔ ان کے قریب جا کر حاتم طائی نے نعرہ لگایا ۔ ہاتھ بلند کیا اور بولا :

" میں دیکھ رہا ہوں کہ تم دونوں میں سے ایک بہت بڑا افسر بننے والا ہے ۔"

دونوں ہندو سپاہی کمزور عقیدے کے تھے ۔ جب انہوں نے

سُنا کہ ایک سادھو کہہ رہا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک آدمی بہت بڑا افسر بنے گا تو انہیں یقین ہوگیا کہ یہ سادھو ٹھیک کہتا ہے۔ یہ غلط نہیں کہہ سکتا۔ دونوں سپاہیوں نے ہاتھ جوڑ کر حاتم کو نمستے کیا۔ ایک سپاہی نے کہا:

"سادھو مہاراج! آپ یہاں بیٹھیں۔ میں آپ کے لئے اندر سے حلوہ پوری لاتا ہوں۔"

حاتم نے ہاتھ اُٹھا کر کہا:

"نہیں نہیں۔ تم اکیلے نہیں جاؤ گے۔ ہم خود جا کر حلوہ پوری لائیں گے۔"

سپاہی نے کہا:

"حضور! ہم آپ کو اندر نہیں لے جا سکتے اندر کسی باہر کے آدمی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔"

حاتم طائی نے کہا:

"تو ٹھیک ہے پھر تم بڑے افسر نہیں بن سکو گے کیوں کہ میں نے تمہاری قسمت کا حال تمہارے ماتھے پر پڑھ لیا ہے۔ تم ہی بہت بڑے افسر بنو گے۔ لیکن اگر مجھے اندر لے جا کر حلوہ پوری نہ کھلایا تو تم کبھی افسر نہ بن سکو گے۔"

سپاہی تو گھبرا گیا۔ مگر اسے کسی غیر آدمی کو اندر لے جانے

کی اجازت نہیں تھی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"مہاراج! میں آپ کو اندر نہیں لے جا سکتا"۔

حاتم طائی غصّے سے بولا:

"تو پھر جاؤ، تمہاری قسمت میں کچھ بننا نہیں لکھا۔ اب تم افسر نہیں بن سکو گے"۔

یہ کہہ کر حاتم طائی واپس آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ سپاہی اسے روکے گا مگر پیچھے سے کسی سپاہی نے اسے آواز نہ دی۔ حاتم طائی سمجھ گیا کہ یہاں حفاظتی انتظام بہت سخت ہے اور واقعی اس بھیس میں اس کا اندر جانا بہت مشکل ہے۔ یہ بات اس نے جب عمارہ کو آ کر بتائی تو وہ کچھ سوچ کر کہنے لگی:

"حاتم طائی! تم اپنے کان پر ہاتھ تو لگا کر دیکھو شاید تمہاری طاقت واپس آ گئی ہو"۔

حاتم نے اچھل کر کہا:

"ارے ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ میں ابھی دیکھتا ہوں"۔

اتنا کہہ کر حاتم طائی نے اپنے ایک کان کے نیچے ہاتھ لگایا تو وہ ایک دم سے غائب ہو گیا۔

عمارہ تو خوشی سے چیخ کر بولی:

"حاتم! تم تو واقعی غائب ہو گئے ہو۔ یہ تو بہت

اچھا ہوا۔"

حاتم بھی بے حد خوش تھا، کہنے لگا:

"واقعی عمارہ میں غائب ہوں۔ مگر میں پہلے یہ یقین کرنا چاہتا ہوں کہ کیا میں واقعی غائب ہوں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں صرف تمہیں اور اپنے آپ کو ہی نظر نہیں آتا اور دوسرے مجھے دیکھ رہے ہیں۔"

عمارہ بولی:

"اس کا بھی تجربہ کر کے دیکھ لو۔ آؤ باہر آ جاؤ۔"

عمارہ اور حاتم طائی جھونپڑی سے باہر آ گئے۔ شام کا وقت تھا۔ ساتھ کی جھونپڑیوں میں لالٹینیں جل رہی تھیں۔ سامنے کچھ فاصلے پر ایک دکان تھی جہاں ایک آدمی پکوڑے بیچ رہا تھا۔

حاتم طائی نے کہا:

"اس دکان پر چل کر آزماتے ہیں۔"

عمارہ دکان کے پاس ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ حاتم طائی دکان دار کے پاس آ گیا۔ دکاندار پکوڑے تل تل کر تھال میں رکھے جا رہا تھا۔ قریب ہی روٹیاں پڑی تھیں۔ ایک گاہک روٹی اور پکوڑے خرید رہا تھا۔ حاتم طائی نے ہاتھ آگے بڑھا کر تھال میں سے روٹیوں کی چنگیر اٹھا لی۔ دکاندار نے جب روٹیوں کی چنگیر کو غائب ہوتے دیکھا تو پہلے تو حیران ہوا پھر شور مچا دیا۔

"ارے میری روٹیوں کی چنگیر غائب ہو گئی"۔
لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ ایک نے پوچھا:
"کیوں بھئی تمہاری چنگیر کیسے غائب ہو گئی۔ یہاں تو یہ ایک عورت اور ایک گاہک ابھی تک تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ ان کے پاس تو تمہاری روٹیوں کی چنگیر نہیں ہے۔"
دکاندار بولا:
"بھگوان کی قسم! میں سچ کہتا ہوں۔ ابھی میری چنگیر یہاں پڑی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے سے اچانک غائب ہو گئی ہے۔"
حاتم طائی کو جب یقین ہو گیا کہ واقعی اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تو اس نے بڑے آرام سے روٹیوں کی چنگیر واپس تھال میں رکھ دی۔ چنگیر کو تھال میں واپس آتے دیکھ کر دکاندار تو ڈر گیا۔ دوسرے لوگ بھی ڈر گئے۔
"ارے! یہ کہاں سے آ گئی۔ ضرور یہاں کوئی بھوت آ گیا ہے۔"
اور لوگ وہاں سے ڈر کر بھاگ گئے۔ دکاندار بھی بھاگ گیا۔ حاتم طائی وہاں سے جھونپڑے کی طرف آ گیا۔ عمارہ وہاں پہلے سے موجود تھی۔ کہنے لگی۔

"حاتم! اب تو یقین ہو گیا کہ تمہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا"
حاتم طائی بولا:
"مگر اب مجھے یہ بھی آزما کر دیکھنے دو کہ کیا میں
دوسرے کان سے ہاتھ لگا کر دوبارا ظاہر بھی ہو سکتا
ہوں کہ نہیں"
اتنا کہہ کر حاتم طائی نے دوسرے کان کو ہاتھ لگایا تو وہ پھر سے نظر آنے لگا۔ حاتم طائی اور عمارہ دونوں ہی بڑے خوش ہوئے۔ حاتم نے دوسری بار دوسرے کان کو ہاتھ لگایا تو پھر غائب ہو گیا۔ وہ کہنے لگا:
"عمارہ! میں ابھی جیل میں جا کر پتہ کرتا ہوں کہ آبدوز
کا نقشہ کہاں چھپایا ہوا ہے"
عمارہ بولی:
"دھیان سے جانا۔ کہیں غلطی سے دوسرے کان
کو ہاتھ نہ لگا دینا۔ ورنہ پکڑے جاؤ گے"
حاتم طائی کہنے لگا:
"تم فکر نہ کرو۔ میں پاگل نہیں ہوں"
یہ کہہ کر حاتم طائی جیل کی طرف روانہ ہوا۔ وہ غائب ہی تھا۔ وہ سب کو دیکھ رہا تھا مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ اسی جگہ جیل میں آ گیا جہاں دو سپاہی پہرہ دے رہے

تھے۔ حاتم طائی ان کے قریب سے گزر گیا مگر دونوں سپاہیوں میں سے کوئی بھی اسے نہ دیکھ سکا۔ حاتم غیبی حالت میں ہی جیل کے برآمدوں میں سے گزرتا ہوا ایک ہال کمرے میں آ گیا۔ یہاں چار سپاہی بندوقیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔

دروازہ بند تھا۔ حاتم طائی سمجھ گیا کہ اسی کمرے میں وہ لوہے کی الماری ہے جس کے اندر آبدوز کا نقشہ رکھا ہوا ہے۔ وہ دروازہ لوہے کا تھا۔ حاتم طائی نے دروازے کو دھکا دے کر کھول دیا۔ سپاہیوں نے دروازے کو اپنے آپ کھلتا دیکھا تو گھبرا گئے۔ "یہ دروازہ کیسے کھل گیا"

ایک سپاہی نے گھبرا کر کہا۔ دوسرے نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور کہنے لگا:

"شاید اپنے آپ کھل گیا ہوگا"

مگر اتنی دیر میں حاتم طائی غیبی حالت میں دروازے میں سے گزر گیا تھا۔ اندر ایک سرنگ تھی۔ سرنگ میں اندھیرا نہیں تھا۔ بلب جل رہا تھا۔ یہاں کونے میں ایک لوہے کی الماری پڑی تھی۔ یہی وہ الماری تھی جس کے اندر آبدوز کا نقشہ رکھا گیا تھا۔ حاتم طائی نے دیکھا کہ الماری لوہے کی ہے اور اس پر دو موٹے موٹے تالے لگے ہوئے ہیں۔

حاتم طائی نے ایک تالے کو پکڑ کر آہستہ سے جھٹکا دیا۔ غائب

ہونے کے بعد قدرتی طور پر اس میں اتنی طاقت آ گئی تھی کہ لوہے کا تالا ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے دوسرے تالے کو بھی توڑ دیا۔ پھر الماری کو کھولا ہی تھا کہ وہاں چاروں طرف زور زور سے خطرے کے الارم بجنے لگے۔ ساری سرنگ اور سرنگ کے باہر کا علاقہ خطرے کے الارم سے گونج اٹھا۔ حاتم طائی نے جلدی سے الماری کے ایک خانے کو باہر کھینچ لیا۔ اس میں نیلے کاغذ کو تہہ کر کے رکھا گیا تھا۔ حاتم نے اسے کھول کر دیکھا۔ وہ آبدوز کا ہی نقشہ تھا۔ حاتم طائی نے نقشہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اتنی دیر میں وہاں دس بارہ سپاہی بندوقیں اٹھائے دوڑتے ہوئے آ گئے۔ ان کا چیف انسپکٹر آگے آگے تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ الماری کو کھلا اور خانے میں سے آبدوز کے نقشے کو غائب دیکھ کر اس نے چیخ کر کہا:

"نقشہ چوری ہو گیا ہے۔ چور یہیں ہو گا جیل کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ بدبختو! تم مجھے مروا دو گے۔ اسے پکڑو۔ ورنہ ہم میں سے کوئی زندہ نہ بچے گا۔"

سپاہی باہر کی طرف دوڑے۔ حاتم طائی ان کے پاس کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا سرنگ میں آ گیا۔ آگے سپاہی گھبراہٹ میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

دروازہ کھلا تھا۔ حاتم طائی اس میں سے گزر کر باہر جیل کے برآمدے میں آ گیا۔ یہاں برآمدے کے لوہے کے سلاخوں والے دروازے کو بند کر دیا گیا تھا۔ حاتم غائب ضرور تھا مگر وہ بند دروازے میں سے نہیں گزر سکتا تھا۔ دروازے کے باہر ایک سپاہی کھڑا تھا۔ اس نے بندوق ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔

حاتم طائی نے دروازے کی سلاخوں میں ہاتھ ڈال کر باہر لگا ہوا تالا توڑ دیا۔ تالے کے ٹوٹنے کی آواز پر سپاہی کی آنکھیں حیرت سے باہر کو نکل آئیں۔ وہ چلایا۔

"بھائیو! دروازے کا تالا اپنے آپ ٹوٹ گیا ہے۔"

حاتم طائی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ سپاہی وہاں آ کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے آپ کھلنے والے دروازے کو تک رہے تھے۔ حاتم طائی کو شرارت سوجھی۔ اس نے کہا:

"میں تمہاری آبدوز کا نقشہ لے جا رہا ہوں۔ کسی بے گناہ کو مت پکڑ لینا۔ میں جاتا ہوں۔ تم مجھے پکڑ نہیں سکو گے۔"

حاتم طائی کی غیبی آواز سنتے ہی سپاہیوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ایک سپاہی نے کہا:

"بھوت ہے۔ بھوت ہے"

اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

حاتم طائی مسکراتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا عمارہ کے پاس آگیا۔ عمارہ حاتم طائی کو دیکھ نہیں سکتی تھی۔ مگر حاتم اسے دیکھ رہا تھا۔ حاتم نے آہستہ سے کہا:

"عمارہ! میں آگیا ہوں۔"

عمارہ نے جلدی سے پوچھا:

"آبدوز کا نقشہ لے آئے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ یہ دیکھو"

یہ کہہ کر حاتم طائی نے نیلے رنگ کا کاغذ جیب سے نکال کر عمارہ کے سامنے رکھ دیا۔ عمارہ نے جھونپڑی کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ اس نے نیلے کاغذ کو لالٹین کی روشنی میں کھول کر دیکھا۔ وہ خوش ہو کر کہنے لگی۔

"حاتم! تم نے کمال کر دیا۔ یہ تو آبدوز کا نقشہ ہی ہے۔"

"بس اب اسے جلا کر راکھ کر دو۔"

عمارہ نے اسی وقت آبدوز کے نقشے کو پھاڑا اور چولہے میں ڈال دیا۔ پھر ماچس سے اسے آگ لگا دی۔ ان کے دیکھتے دیکھتے نقشہ جل کر راکھ ہو گیا۔

عمارہ بولی:

"خدا کی قسم مجھے یقین نہیں تھا کہ ہم اتنی جلدی اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

حاتم طائی کہنے لگا:

"اگر میری غائب ہونے کی طاقت واپس نہ آجاتی تو ہم کبھی اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے اندر تو اتنی موٹی لوہے کی الماری میں یہ نقشہ بند تھا کہ اسے کوئی نہیں کھول سکتا تھا۔"

عمارہ نے کہا:

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تمہاری طاقت واپس آگئی۔ مگر یہ سب کچھ میں نے ہی تمہیں یاد دلایا تھا۔"

حاتم طائی بولا:

"یہ تو ٹھیک ہے۔ اچھا اب کیا پروگرام ہے۔"

عمارہ کہنے لگی:

"بس یہی پروگرام ہے کہ جو جہاز واپس ہندوستان جائے گا اس میں بیٹھ کر ہم بھی یہاں سے واپس چلے جائیں گے۔"

حاتم طائی نے کہا:

"بالکل ٹھیک ہے۔ میں بھی کالے پانیوں کے اس

جزیرے سے تنگ آ گیا ہوں۔ یہاں کا موسم
بے حد خراب ہے اور لکڑیاں کاٹتے کاٹتے میرے
ہاتھ شل ہو گئے ہیں"۔
عمارہ بولی:
"ہم اسی جہاز میں واپس جائیں گے جس جہاز
میں ہم یہاں آئے تھے اور وہ جہاز کل صبح
جا رہا ہے۔ ہمیں فوراً جا کر ٹکٹ لے آنے
چاہئیں"۔
حاتم طائی نے کہا:
"تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی جا کر دو ٹکٹ لے
آتا ہوں۔ مجھے تو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا"۔
اور حاتم طائی نے ایسا ہی کیا۔ وہ وہاں سے سیدھا
بندرگاہ کے آفس میں گیا جہاں ٹکٹ فروخت ہو رہے
تھے۔ حاتم طائی نظر تو آتا نہیں تھا۔ اس نے دو ٹکٹ
اُٹھا لئے اور واپس آ گیا۔ دوسرے دن دونوں خاموشی سے
جا کر جہاز میں سوار ہو گئے۔ جہاز کالے پانی سے روانہ
ہوا تو عمارہ نے خوشی کے ساتھ کہا:
"یقین نہیں آتا کہ ہم نے اتنی جلدی اپنا مشن
مکمل کر لیا ہے"۔

جہاز سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ اچانک آسمان پر گھنے بادل چھا گئے ۔ تیز ہوائیں چلنے لگیں ۔ بارش بھی آ گئی ۔ سمندر میں بھیانک طوفان آ گیا ۔ جہاز کھلونے کی طرح ڈولنے لگا ۔



لاش کا لاکٹ

حاتم طائی غائب نہیں تھا بلکہ جہاز پر آتے ہی اس نے اپنے دوسرے کان کو ہاتھ لگا لیا تھا اور وہ نظر آنے لگا تھا۔ سمندر کے طوفان کی وجہ سے مسافر گھبرا گئے۔ ہر طرف افراتفری مچ گئی۔ جہاز کبھی ایک طرف جھک جاتا۔ کبھی دوسری طرف جھک جاتا۔ اوپر سمندر کا پانی آنے لگا تھا۔ لہریں زور زور سے جہاز سے ٹکرا رہی تھیں۔

عمارہ نے گھبرا کر کہا:

"حاتم! اگر جہاز ڈوب گیا تو ہم ایک ہی کشتی پر سوار ہو کر سمندر سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

حاتم طائی بولا:

"فکر نہ کرو عمارہ۔ طوفان ختم جائے گا۔ جہاز نہیں ڈوبے گا۔"

ابھی یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ ایک پہاڑ ایسی سمندری موج آ کر جہاز کے ساتھ اتنی زور سے

ٹکرائی کہ جہاز اُلٹ گیا۔ چیخ و پکار مچ گئی۔ مسافر سمندر میں غرق ہو گئے۔ کچھ تیر کر جان بچانے کی کوشش کر رہے تھے حاتم اور عمارہ بھی سمندر میں گر گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے لیئے سمندر کی اونچی اونچی لہروں نے انہیں ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ اس دوران حاتم طائی نے فوراً اپنے بائیں کان میں ہاتھ لگایا کہ غائب ہو کر سمندر سے بلند ہو جائے گا اور عمارہ کو بھی بچا لے گا مگر وہ غائب نہ ہوا۔ اس کی طاقت نے ایک بار پھر اسے جواب دے دیا تھا۔

عمارہ پانی میں اُبھر کر تیرنے لگی۔ حاتم طائی بھی تیرنے لگا۔ جہاز سمندر میں غرق ہو گیا تھا۔ مسافر تنکوں کی طرح ادھر اُدھر بہہ گئے تھے۔ بہت سے ڈوب گئے تھے جو باقی بچے تھے وہ بھی غوطے کھا رہے تھے۔ حاتم طائی اور عمارہ نے ایک دوسرے پر نگاہ رکھی ہوئی تھی۔ حاتم تیزی سے تیر کر اس کی طرف جانے کی کوشش کرنے لگا۔ اتنے میں اچانک، لکڑی کا ایک تختہ تیرتا ہوا اس کے قریب سے گزرا حاتم طائی نے فوراً لپک کر اسے پکڑ لیا اور اس پر سوار ہو کر اسے عمارہ کی طرف لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔

آخر عمارہ نے تختے کو پکڑ لیا اور وہ اس پر سوار ہو گئے۔ طوفانی سمندر کی لہریں اسے تیزی سے بہا کر ایک طرف لے جانے لگیں۔ عمارہ نے چلّا کر کہا:

"حاتم طائی! ہم کدھر جا رہے ہیں؟"

حاتم طائی نے کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ جان بچ گئی۔ اب جدھر یہ تختہ لے جائے جائیں گے۔"

دونوں تختے پر بیٹھ گئے۔ سمندر کا طوفان سارا دن اور ساری رات شور مچاتا رہا۔ تیز رفتار لہریں تختے کو بہائے لئے جاتی رہیں۔ ساری رات وہ تختے پر سیدھے پڑے رہے۔ رات کے وقت طوفان ختم ہو گیا۔ صبح کو دن نکلا تو انہوں نے دُور سمندر میں ایک سیاہ دھبّہ سا دیکھا۔ حاتم طائی نے کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ زمین کی شکل نظر آئی۔"

عمارہ بولی:

"یہ ضرور ہندوستان کی زمین ہے۔"

حاتم طائی نے کہا:

"خدا کرے کہ ہندوستان کی زمین ہو مگر لگتا ہے کہ ہم ہندوستان کے ساحل سے ہزاروں میل دُور

نکل آئے ہیں"

ان کی نگاہیں سیاہ دھبّے پر لگی تھیں۔ تختہ سمندر کی لہروں پر تیزی سے سیاہ دھبے کی طرف جا رہا تھا جو آہستہ آہستہ پھیلنے لگا تھا۔ پھر انہیں درختوں کی قطار نظر آئی۔ یہ کوئی گمنام جزیرہ تھا۔ تختے کو سمندر کی لہروں نے ساحل پر پھینک دیا۔ حاتم طائی اور عمارہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے درختوں کی طرف دیکھا۔ ساحل ویران پڑا تھا۔ وہاں کوئی نظر نہیں آتا تھا۔

حاتم نے کہا:

"یہ کوئی ویران جزیرہ ہے عمارہ!"

عمارہ کہنے لگی:

"مجھے سخت پیاس لگی ہے۔ چلو اندر چل کر دیکھتے ہیں شاید کہیں کوئی میٹھے پانی کا چشمہ مل جائے"

دونوں جزیرے کے درختوں میں داخل ہو گئے۔ درخت خاموش تھے۔ ان پر کوئی پرندہ بھی نہیں بیٹھا تھا۔ ہر طرف موت کا سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ سوائے سمندر کی لہروں کی ہلکی ہلکی آواز کے دوسری کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ دونوں درختوں میں پانی تلاش کرنے لگے۔ آخر انہیں ایک

جگہ ایک چھوٹا سا چشمہ مل گیا۔ انہوں نے وہاں بیٹھ کر پانی پیا۔ قریب ہی جنگلی پھل کے درخت تھے۔ یہ پھل سیب کی طرح تھے مگر میٹھے تھے۔ انہوں نے پیٹ بھر کر پھل کھائے اگرچہ حاتم طائی کو بھوک پیاس کی حاجت نہیں تھی۔ پھر بھی اس نے پانی پیا اور پھل کھائے۔

عمارہ نے کہا:

"حاتم! ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے یہ تو وہی بات ہوئی کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔"

حاتم طائی نے کہا:

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ یہاں سے نکلنے کا بھی کوئی بندوبست کر لیں گے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ میری طاقت پھر مجھ سے الگ ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" عمارہ نے چونک کر پوچھا۔

حاتم نے کہا:

"میں نے سمندر ہی میں اپنے کان پر ہاتھ لگایا تھا مگر میں غائب نہیں ہوا۔"

"اب لگا کر دیکھو" عمارہ نے کہا۔

حاتم طائی نے اسی وقت اپنا ہاتھ بائیں کان پر لگایا اور دل میں خدا کا نام لیا۔ مگر وہ غائب نہ ہو سکا جھنجھلا کر بولا:

"اس طاقت کا بھی اب کوئی بھروسہ نہیں رہا یہ کبھی ختم ہو جاتی ہے اور کبھی واپس آ جاتی ہے۔"

عمارہ نے ٹھنڈی سانس بھری اور بولی:

"تم غائب بھی ہو جاؤ گے تو ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہمیں تو ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی طرح سے یہاں سے نکل سکیں۔"

حاتم طائی ادھر اُدھر دیکھنے لگا:

"معلوم ہوتا ہے اس جزیرے پر کبھی کوئی نہیں آیا۔ مگر یہ ہو نہیں سکتا۔ چلو آگے چل کر دیکھتے ہیں۔ جزیرے میں آگے شاید کوئی آبادی ہو۔"

عمارہ بولی:

"کہیں یہاں آدم خور جنگلی نہ رہتے ہوں۔ مجھے تو زندگی میں پہلی بار ڈر لگنے لگا ہے حاتم!"

حاتم طائی نے کہا:

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ جزیرہ بہت گھنا ہے۔ ہم کہیں نہ کہیں چھپ کر جان بچا لیں گے۔"

دونوں وہاں سے اُٹھ کر درختوں میں آگے چل پڑے۔ جنگل میں درخت ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ اُگے ہوئے

تھے۔ جنگل جھاڑیاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ جزیرے میں کافی دُور تک چلتے چلے گئے۔ جزیرے کا دوسرا ساحل آگیا۔ انہیں راستے میں کوئی آبادی نہ ملی۔

عمارہ کہنے لگی:

"یہ جزیرہ زیادہ بڑا نہیں ہے۔ چلو اس کے مشرقی کنارے کی طرف چل کر دیکھتے ہیں۔ شاید ادھر کوئی آبادی کا نشان مل جائے۔"

وہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جزیرے کے مشرقی درختوں کی طرف چلنے لگے۔ راستے میں کہیں اسے ایک کشتی تک نہ ملی۔ حاتم بولا:

"یہاں اگر ملاح یا مچھیرے ہوتے تو کم از کم ایک آدھ کشتی ہی نظر آ جاتی۔ مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

عمارہ نے کہا:

"حاتم! اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ جزیرہ سارے کا سارا ویران اور بے آباد ہے۔ بس اب تو اللہ کے سہارے ہمیں یہاں پڑے رہنا ہو گا۔ اگر قسمت اچھی ہوئی تو ادھر کوئی بھولا بھٹکا جہاز آ کر ہماری جان بچا لے گا۔ ورنہ لگتا ہے کہ

بہیں موت ہو گی۔"

حاتم طائی بائیں جانب دیکھ رہا تھا۔ ادھر درختوں میں اسے ایک عمارت نظر آ رہی تھی۔ اس نے اس طرف اشارہ کیا اور کہا:

"عمارہ ادھر دیکھو یہ کوئی پرانا کھنڈر ہے۔"

دونوں درختوں میں سے نکل کر پرانی عمارت کے پاس آ کر رک گئے۔ اس عمارت کے پتھر جگہ جگہ سے ٹوٹے پھوٹے تھے۔ بڑی شکستہ عمارت تھی۔ دیواروں میں جگہ جگہ گھاس اُگی ہوئی تھی۔ یہ اک منزلہ چھوٹی سی عمارت تھی۔

عمارہ نے کہا:

"یہ کوئی کھنڈر ہے۔ کبھی یہاں کسی نے ایک مکان بنوایا ہو گا۔ پھر وہ چلا گیا اور یہ عمارت کھنڈر بن گئی۔"

حاتم طائی بولا:

"چلو اس کے اندر چل کر دیکھتے ہیں۔"

دونوں اس عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ اندر ایک چھوٹا سا صحن تھا۔ صحن کی دونوں جانب سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔ سیڑھیوں میں بھی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ ان دونوں زینوں کے درمیان ایک تنگ سی کوٹھڑی تھی جس کا لکڑی کا دروازہ

بند تھا اور اس کی دہلیز ریت میں ڈوبی ہوئی تھی۔
عمارہ نے کہا:
"اس دروازے کو کھول کر دیکھنا چاہیے کہ اندر کیا ہے۔"
حاتم طائی بولا:
"آؤ کوشش کرتے ہیں۔"
دونوں نے سب سے پہلے دہلیز پر سے ریت ہٹائی۔ پھر کافی زور لگانے کے بعد دروازے کا ایک پٹ کھول دیا۔ اندر اندھیرا تھا۔
حاتم طائی نے اندر جھانکا اور بولا:
"یہ تو ایک کوٹھڑی ہے۔ اندر کچھ بھی نہیں ہے۔"
عمارہ نے بھی اندر جھانک کر دیکھا۔ پھر کہنے لگی:
"حاتم! ہم خوامخواہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں ہمیں اندر نہیں جانا چاہیئے۔"
حاتم نے دروازہ بند کر دیا اور بولا:
"ٹھیک ہے۔ جب اندر کچھ بھی نہیں ہے تو پھر اندر جانے سے کیا فائدہ۔ بہرحال اس جگہ ہم رات گزارنے کے لیئے ایک جھونپڑی بنا سکتے ہیں۔"
دونوں نے جنگل میں سے درختوں کی شاخیں توڑ کر وہاں

لاٹی شروع کر دیں۔ پھر ان شاخوں کی مدد سے ایک جگہ جھونپڑی تیار کر لی۔ فرش پر گھاس اور درختوں کے پتے بچھا دیئے۔ حاتم طائی تو بالکل نہیں تھکا تھا۔ مگر عمارہ تھک گئی۔

حاتم طائی نے کہا:

"تم یہاں آرام کرو۔ میں جنگل سے پھل توڑ کر لاتا ہوں۔ پانی کا چشمہ تو یہاں قریب ہی بہتا ہے۔ وہاں جا کر ہم پانی پی لیا کریں گے۔"

عمارہ نے کہا:

"سب سے پہلے یہ دیکھو کہ ہمارے پاس کیا کچھ باقی رہ گیا ہے۔"

دونوں نے اپنی اپنی جیبوں کو ٹٹولا۔ ان کے پاس جو زہر کی ٹیوب تھی وہ تو سمندر میں گر کر بہہ گئی تھی۔ اب صرف حاتم طائی کے پاس خاموش پستول ہی باقی رہ گیا تھا جس میں چھ گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ کہنے لگا۔

"یہ پستول ہمارے صرف اس وقت تک کام آسکتا ہے جب تک کہ اس میں چھ گولیاں بھری ہوئی ہیں جب یہ گولیاں ختم ہو جائیں گی تو یہ ہمارے لئے ایک کھلونے کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔"

عمارہ نے کہا:

"چلو یہی غنیمت ہے۔ کم از کم مصیبت کے وقت ہم اس کی مدد سے دو ایک بار جان تو بچا سکیں گے۔ کوئی درندہ رات کو آ گیا تو اسے مار سکیں گے۔"

حاتم نے پستول عمارہ کو دیا اور بولا:

"تم یہاں ہوشیار ہو کر بیٹھو۔ میں جنگل سے پھل وغیرہ توڑ کر لاتا ہوں۔"

وہ کھنڈر سے نکل کر جنگل کے درختوں میں گھس گیا۔ زمین پر خشک پتے اور درختوں کی گری ہوئی شاخیں پڑی تھیں۔ حاتم ان پر پاؤں رکھتا۔ دائیں بائیں درختوں کو دیکھتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایک جگہ اسے جنگلی کیلے کے درختوں کا جھنڈ نظر آیا۔ اس نے کیلے کے بہت سے گچھے توڑ کر کاندھے پر رکھے اور عمارہ کے پاس جھونپڑی میں لا کر ڈال دیئے۔

عمارہ کہنے لگی:

"یہ تم نے اچھا کیا۔ اس سے ہم دو تین دن گزارہ کر سکتے ہیں۔"

حاتم طائی بولا:

"ابھی وہاں کتنے ہی درخت ہیں۔ ہمیں اب کھانے پینے کی فکر نہیں ہو گی۔"

عمارہ نے کہا:

"مگر حاتم! ہم زیادہ دیر تک ان کیلوں پر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہمیں جلد سے جلد ایک کشتی تیار کر کے یہاں سے نکل جانا ہو گا۔ نہیں تو بہت جلد یہاں ہماری لاشیں پڑی ہوں گی۔"

حاتم بولا:

"اس کا انتظام بھی کر لیں گے۔ یہاں بانس کے بے شمار درخت ہیں۔ ہم بانسوں کو کاٹ کر ان کا ایک تختہ بنا لیں گے اور انہیں آپس میں رسیوں سے باندھ کر سمندر میں ڈال کر اس پر سوار ہو کر نکل پڑیں گے۔"

اسی طرح باتیں کرتے کرتے شام ہو گئی۔ پھر رات ہو گئی۔ جزیرے پر رات آئی تو وہ پہلے سے زیادہ ڈراؤنا نظر آنے لگا۔ آسمان پر تارے نکل آئے تھے مگر ان کی کمزور سی روشنی جنگل سے کافی بلندی پر تھی۔ جنگل میں چاروں طرف اندھیرا اور گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ذرا سی بھی آواز نہیں تھی۔ صرف ساحل کی طرف سے سمندر کی لہریں جو ساحل پر آ کر واپس چلی جاتی تھیں ان کی دھیمی دھیمی سرگوشیوں ایسی آواز ہی آ رہی تھی۔

عمارہ نے پستول اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ وہ جھونپڑی

کے اندر سہمی ہوئی بیٹھی تھی کہنے لگی :
"حاتم مجھے جزیرے کی رات سے ڈر لگتا ہے"
حاتم نے کہا :
"اب ڈرنے سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ اور پھر میں جو ہوں تمہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم سو جاؤ۔ میں باہر بیٹھ کر پہرہ دیتا ہوں۔ میں ساری رات جاگوں گا۔ تم سوتی رہو۔ میں صبح سو لوں گا"
عمارہ چپکے سے گھاس پتوں کے بستر پر لیٹ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اسے نیند آ گئی۔ حاتم جھونپڑی کے باہر جاگ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر بیٹھا رہا۔ پھر اس نے سوچا کہ جنگل میں چل کر دیکھنا چاہیے کہ کہیں اس طرف تو کوئی آبادی نہیں ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اگر کہیں کوئی آدمی رہتے ہوتے تو ان کے چراغوں کی روشنی اسے دور ہی سے نظر آ جائے گی۔

حاتم کو جنگل میں ڈر تو لگتا نہیں تھا۔ وہ درختوں میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمارہ کی طرف سے اسے اس لئے فکر نہیں تھا کہ وہ جانتا تھا کہ اس جنگل میں کوئی درندہ تک نہیں ہے اور عمارہ کو کچھ نہیں ہوگا۔ حاتم کھنڈر والی جھونپڑی سے کافی دُور جزیرے کے دوسرے کنارے پر نکل آیا۔

دوسری طرف عمارہ گہری نیند سو رہی تھی کہ اچانک کھنڈر کے جو دو زینے تھے ان میں سے ایک زینے میں نیلی روشنی ایک بار چمک کر بجھ گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہی دھیمی سی رُوشنی پھر ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک پراسرار انسانی سایہ زینے سے اترنے لگا۔ یہ سایہ آہستہ آہستہ چلتا جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ یہ ایک انسانی ہیولا تھا جس نے اپنے جسم کو سیاہ لبادے میں سر سے لے کر پاؤں تک چھپا رکھا تھا۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ اس کالے لبادے کے اندر کیا ہے۔ ایک دھیمی سی نیلی روشنی اس کے سیاہ لبادے میں سے نکل کر اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ پُراسرار سایہ جھونپڑی کے اندر آگیا جہاں عمارہ گہری نیند سو رہی تھی۔

پُراسرار سائے نے لبادے میں سے اپنا ہاتھ باہر نکالا: یہ ہاتھ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ انگلیوں اور کلائی کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔ پُراسرار سائے نے اپنی انگلی کی ہڈی کو عمارہ کے ماتھے پر لگا دیا۔ انگلی کی ہڈی کے لگتے ہی عمارہ سکڑ کر سمٹ کر چھوٹی سی ہو گئی۔ وہ بالکل ایک چوہے جتنی ہو گئی۔ وہ ساتھ ہی بے ہوش بھی ہو گئی تھی۔ پراسرار سائے نے عمارہ کو اٹھا کر اپنے لبادے کی جیب میں ڈال لیا اور واپس کھنڈر کی سیڑھیوں میں غائب ہو گیا۔ ایک بار پھر جزیرے کے جنگل

پر گہری خاموشی چھا گئی۔

تھوڑی دیر بعد حاتم طائی بھی واپس آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ عمارہ جھونپڑی میں سو رہی ہو گی۔ جونہی اس نے جھونپڑی میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں عمارہ غائب تھی۔ حاتم نے سوچا کہ شاید وہ جنگل میں اٹھ کر ادھر اُدھر چلی گئی ہو گی۔ وہ جھونپڑی سے ہٹ کر درختوں میں عمارہ کو تلاش کرنے لگا۔ ساری رات وہ عمارہ کو تلاش کرتا رہا مگر وہ اسے کہیں نہ ملی۔ پھر دن نکل آیا۔ دن کی روشنی میں بھی اسے عمارہ کہیں نہ مل سکی۔ حاتم طائی پریشان ہو گیا کہ عمارہ کہاں گم ہو گئی۔ اس کی نظریں کھنڈر کی سیڑھیوں کی طرف گئیں۔ پھر اسے کوٹھڑی کا خیال بھی آ گیا۔

وہ سب سے پہلے کوٹھڑی میں گیا۔ اندھیری کوٹھڑی بالکل خالی پڑی تھی۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ حاتم اب سیڑھیوں میں آ گیا۔ سیڑھیاں بھی خالی تھیں۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چھت پر آ گیا۔ کھنڈر کی چھت پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ وہاں کسی کے قدموں کے نشان بھی نہیں تھے۔ حاتم طائی نے اب عمارہ کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔ مگر کسی طرف سے عمارہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حاتم طائی نے ایک بار پھر جزیرے کے جنگل میں عمارہ کی کھوج شروع کر دی۔ اس نے سارا جنگل چھان مارا مگر عمارہ

اسے کہیں نہ مل سکی۔
حاتم تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔
"یا اللہ! عمارہ کہاں غائب ہو گئی؟"
اس نے سوچا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ رات کو کوئی آدم خور جنگلی قبیلے کے لوگ آ کر اسے اٹھا لے گئے ہوں۔ مگر وہاں تو کسی کے قدموں کے نشان تک نہ تھے۔ حاتم ساحل پر آ گیا۔ اس نے جزیرے کے ارد گرد گھوم کر سارے ساحل کو دیکھا۔ کسی جگہ بھی ریت پر کسی آدم خور آدمی کے قدموں کے نشان نہیں تھے۔ اگر وہاں رات کو کوئی آدم خور کشتی لے کر آتا تو ریت پر اس کے قدموں کے نشان ضرور ہوتے مگر ساحل کی ریت بالکل صاف تھی۔
حاتم طائی نے سارا دن عمارہ کو آوازیں دیتے اور تلاش کرتے گزار دیا۔ رات کو وہ جھونپڑی میں آ کر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اگر عمارہ اسے نہ ملی تو وہ یہاں سے کیوں کر نکلے گا۔ کیا وہ عمارہ کو چھوڑ کر بانس کے تختے پر چلا جائے گا؟ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اسے اچانک نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔
دوسری طرف پراسرار سایہ عمارہ کو چھوٹی سی بنا کر اپنی جیب میں ڈالے کھنڈر کی سیڑھیاں چڑھ کر جب رات کے

اندھیرے میں کھنڈر کی چھت پر آیا تو اس نے اپنے دونوں ہڈیوں والے بازو اوپر کو اُٹھا لیئے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے سانپ کی پھنکار ایسی آواز نکلی اور آسمان پر سے ایک بہت بڑا سانپ جس کے سات منہ تھے کنڈلی مارے اُتر کر نیچے چھت پر آ گیا۔ پُراسرار سایہ اس کے اوپر بیٹھ گیا۔ سانپ اسے لے کر اوپر اُٹھنے لگا۔ پھر یہ سانپ جزیرے میں سے نکل کر سمندر کے بعد سمندر میں ایک چھوٹی سی کالی پہاڑی نظر آئی۔ سانپ اس پہاڑی کی طرف بڑھا اور اس کے دامن میں اُتر گیا۔

پُراسرار سایہ سانپ کی کنڈلی پر سے نیچے اُتر آیا۔ اس نے ہڈیوں والا ہاتھ اوپر اٹھا کر منہ سے پھنکار کی آواز نکالی۔ سانپ وہاں سے غائب ہو گیا۔ پُراسرار سایہ پہاڑی کی دیوار کی طرف بڑھا۔ وہاں دیوار کے ایک بڑے پتھر پر اس نے اپنی انگلی کی ہڈی لگائی۔ پتھر کی سِل ایک طرف ہٹ گئی۔ پُراسرار سایہ اندر داخل ہو گیا۔ اس کے داخل ہونے کے بعد پتھر کی سل واپس اپنی جگہ پر آ گئی اور دیوار بند ہو گئی۔ اندر ایک سرنگ تھی۔ پُراسرار سایہ سرنگ میں سے گزرتا ہوا آگے ایک کھلی جگہ پر آ گیا۔ جہاں چار سائے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ چاروں سائے سر جھکائے کھڑے تھے۔ پُراسرار سائے نے

ان کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں اس چیز کو لے آیا ہوں جس کی مدد سے ہم ناگن رانی کو زندہ کر کے اس سے بات کر سکتے ہیں۔"

چاروں سایوں نے چہروں پر سے کپڑے ہٹا دیئے۔ یہ چاروں ہڈیوں کے ڈھانچے تھے اور ان کی گردنوں پر کھوپڑیاں ہی لگی ہوئی تھیں۔ پُراسرار سائے نے جیب سے بے ہوش چھوٹی سی چوہیا جنتی عمارہ کو نکال کر انہیں دکھایا۔ چاروں انسانی ڈھانچوں کی کھوپڑیاں خوشی سے ہلنے لگیں۔

ایک کھوپڑی نے کہا:

"گورو اب ہم اتنی طاقت حاصل کر لیں گے کہ ساری دنیا پر حکومت کر سکیں گے۔"

پُراسرار سائے نے کہا:

"ہاں ——— میں اسی لئے اسے یہاں لایا ہوں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ جس عورت کی ہمیں ضرورت تھی وہ اپنے آپ ہی جزیرے پر آ گئی۔ میرے ساتھ آؤ۔ ہم ناگن رانی سے گفتگو کرتے ہیں۔"

دیوار میں سے ایک زینہ نیچے تہہ خانے میں جاتا تھا۔ وہاں ایک تابوت پڑا تھا۔ کونے میں دیوار پر ایک شمع جل رہی تھی۔ اس کی نیلی روشنی چاروں طرف پڑ رہی تھی۔ پُراسرار سائے نے

تابوت کا ڈھکن اُٹھا دیا۔ تابوت کے اندر ایک سیاہ فام کالی بدشکل عورت کی لاش پڑی تھی۔ لاش کے ماتھے پر ایک چھوٹا سا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ لاش کے گلے میں ایک لاکٹ پڑا تھا۔ پراسرار سائے نے لاش کا لاکٹ کھول دیا۔ لاکٹ میں کافی جگہ بنی ہوئی تھی۔ پھر پُراسرار سائے گورو نے بے ہوش عمارہ کو جیب سے نکال کر اس لاکٹ میں ڈال کر لاکٹ کا شیشے کا ڈھکنا بند کر دیا۔ شیشے میں سے عمارہ دھندلی دھندلی نظر آ رہی تھی۔ وہ اس طرح لاکٹ میں پڑی تھی جس طرح کہ لاکٹ میں سفید ہیرا جڑا ہوا ہوتا ہے۔

چاروں کھوپڑیوں والے سیاہ پوش آدمی تابوت کی دونوں طرف ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ پُراسرار سائے گورو نے کہا:

"اے ناگن رانی! میں نے تمہاری قسم پوری کر دی ہے۔ میں نے اس عورت کو لا کر تمہارے لاکٹ میں بند کر دیا ہے جس کی تم نے شرط لگائی تھی۔ اب تو اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے اپنی طاقت دے تاکہ میں ساری دنیا پر قبضہ کر سکوں۔"

بدشکل عورت کی لاش کی آنکھیں اچانک کھل گئیں۔ ان آنکھوں میں سے نیلی روشنی نکل رہی تھی۔ پھر بدشکل

لاش کے کالے ہونٹ کھلے اور اس کے حلق سے ایک کرخت آواز آئی:

"مکّار گورو! آخر تم نے میری شرط پوری کر دی۔ میں تمہیں اپنی طاقت نہیں دینا چاہتی تھی۔ مگر تم نے میری شرط پوری کر کے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اب تمہیں اپنی طاقت کا راز بتا دوں۔ مگر میری ایک شرط ہے"

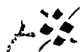
پُراسرار گورو نے پوچھا:

"کیا شرط ہے ناگن رانی؟ مجھے بتاؤ۔ میں اسے بھی پورا کرنے کا وعدہ کرتا ہوں"

بدشکل ناگن رانی کی لاش نے کہا:

"تمہیں وعدہ کرنا ہو گا کہ طاقت مل جانے کے بعد تم جس پہلے آدمی کو قتل کرو گے اس کا سارا خون ایک مشک میں بھر کر میرے پاس لاؤ گے تاکہ میں اسے پی سکوں۔ اس کے بعد میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔ لیکن یاد رکھنا اگر کسی نے میرے لاکٹ میں سے اس لڑکی عمارہ کو باہر نکال لیا تو تمہاری ساری طاقت ایک دم سے ختم ہو جائے گی اور تم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاؤ گے"

پُراسرار گورو نے کہا:
"میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس پہلے آدمی کو قتل کرونگا
اس کا سارا خون تمہیں لا کر پلاؤں گا۔"
بدشکل ناگن کی لاش نے کہا:
"مگر یہ خون تمہیں بہت جلد لا کر مجھے پلانا ہو گا۔"
پُراسرار گورو بولا:
"میں طاقت ملتے ہی شہر میں جا کر جو پہلا آدمی
ملا اسے قتل کر کے اس کا خون مشک میں بھر کر
تمہارے پاس لے آؤں گا۔ اب مجھے طاقت کا راز
بتاؤ۔"
بدشکل ناگن کی لاش نے کہا:
"تو میری طاقت کا راز سُنو!"



نقاب پوش آ گئے

بدشکل لاش تابوت میں اسی طرح لیٹی تھی۔
اس کی سیاہ آنکھوں میں سے نیلی روشنی نکل رہی تھی۔
اس کے حلق سے سرگوشیوں ایسی آواز نکلی:
"سنو! میرے ماتھے پر جو سانپ کنڈلی مار کر بیٹھا ہے اس کے منہ سے پھنکار کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سانپ باہر نکل کر گرے گا۔ تم اس سانپ کو اُٹھا کر منہ میں ڈال کر نگل جانا۔ یہ چھوٹا سانپ تمہارے معدے میں جا کر تمہاری انتڑیوں سے چمٹ جائے گا۔ پھر تمہارے اندر وہ ساری طاقت آ جائے گی جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اور جس کی مدد سے تم جو چاہو گے کر سکو گے اور ساری دنیا پر قبضہ کر لو گے۔ مگر یاد رکھنا تمہاری طاقت کسی ایسے آدمی پر نہیں چل سکے گی جس نے ساری زندگی میں جھوٹ نہ بولا ہو۔"

اس کے ساتھ ہی بدشکل لاش نے اپنے ماتھے پر بیٹھے ہوئے سانپ کو اشارہ کیا۔ سانپ نے زور سے پھنکار ماری اس کے منہ میں سے لال رنگ کا ایک چھوٹا سانپ نکل کر بدشکل لاش کے سینے پر گر پڑا۔

بدشکل لاش نے پراسرار گورو سے کہا:

"اس سانپ کو اٹھا کر نگل جاؤ"۔

چاروں کھوپڑیوں والے آدمی خاموش کھڑے تھے۔ پُراسرار گورو نے لال سانپ کو لاش کے سینے پر سے اٹھایا اور منہ میں ڈال کر اسے نگل لیا۔ اس کے نگلتے ہی پُراسرار گورو کو اپنے خون میں گرمی محسوس ہونے لگی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے اندر ایک نئی طاقت آ گئی ہے۔

بدشکل لاش نے کہا:

"جاؤ۔ اب تم کو وہ طاقت مل گئی ہے جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ مگر سب سے پہلے ایک آدمی کو قتل کر کے اس کا خون مجھے لا کر پلاؤ جاؤ، اب چلے جاؤ، جلدی خون لاؤ۔ مجھے خون کی پیاس محسوس ہونے لگی ہے"۔

پُراسرار گورو نے کہا:

ابھی لاتا ہوں"۔

اس نے لاش کے تابوت کو بند کر دیا۔ چاروں کھوپڑیوں والے ساتھیوں کو لیا اور غار سے باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی اس نے اپنی طاقت کو آزمایا اور اپنا لبادہ اتار دیا۔ اس کا سارا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ اس نے پہلے اپنے جسم پر انگلی لگائی۔ وہ ہڈیوں کے ڈھانچے کی بجائے ایک پورے جسم والا آدمی بن گیا۔ اس نے کپڑے پہن رکھے تھے۔ پھر اس نے باری باری اپنے چاروں ساتھیوں کو انگلی لگائی۔ وہ بھی ہڈیوں کے ڈھانچوں کی بجائے زندہ جسموں والے انسان بن گئے ان میں اور دوسرے انسانوں میں صرف یہ فرق تھا۔ ان سب کے جسموں پر گردن کے نیچے سینے پر ایک کالے سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

پُراسرار گورو نے کہا:

"چلو اب ہم قریبی شہر میں چل کر ایک آدمی کا خون مشک میں بھر کر لاتے ہیں تاکہ بدشکل لاش کی خواہش کو پورا کر سکیں۔"

پُراسرار گورو نے چاروں ساتھیوں کو انگلی سے چھوا۔ چاروں غائب ہو گئے۔ پھر اپنے جسم کو انگلی لگائی اور وہ بھی غائب ہو گیا۔ غائب ہونے کے بعد یہ پانچوں خطرناک آدمی ہوائیں پرواز کرتے سمندر کے اوپر سے ہوتے ہوئے ایک قریبی

بندرگاہی شہر میں آ گئے۔ یہاں ایک آدمی کو راجہ کے حکم سے پھانسی لگائی جا رہی تھی۔ پُراسرار گورو نے کہا:

"اس آدمی نے تو مرنا ہی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم اس آدمی کو قتل کر کے اس کا خون بدشکل لاش کے لئے لے چلتے ہیں"

چاروں پُراسرار انسانوں نے کہا:

"بالکل ٹھیک سوچا گورو آپ نے"

پُراسرار گورو نے اس آدمی کی طرف دیکھا جس کو راجہ کے سپاہی کھینچ کر پھانسی کے تختے کی طرف لئے جا رہے تھے۔ پُراسرار گورو غائب تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر مجرم کے ماتھے پر انگلی لگا دی۔ مجرم ایک دم سے چوہے جتنا ہو گیا۔ پُراسرار گورو نے اسے اٹھا کر جیب میں ڈال لیا اور واپس پہاڑی والے جزیرے میں آ گیا۔ یہاں اس نے پھانسی کے مجرم کو پھر سے بڑا کر دیا۔ وہ بے ہوش تھا۔ پھر اُسے قتل کر کے اس کا خون مشک میں بھرا اور بدشکل لاش کو جا کر پلا دیا۔ بدشکل لاش بڑی خوش ہوتی کہنے لگی۔

"تم نے میری پیاس بجھا کر اپنا وعدہ پورا کر دیا اب تم جا کر اپنی طاقت کی مدد سے دنیا پر قبضہ کر لو"

پُراسرار گورو غار سے باہر اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔

کہنے لگا :

"اب ہمارے پاس اتنی طاقت آ گئی ہے کہ ہم جس ملک کے بادشاہ کو چاہیں قتل کر کے اس کی فوج کو تباہ کر کے اس کے ملک پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم دوسرے ملک پر حملہ کریں گے۔ پھر تیسرے ملک پر چڑھائی کریں گے اور یوں ہم ساری دنیا کے ملک فتح کر کے ساری دنیا پر قبضہ کر لیں گے"۔

ایک پُراسرار ساتھی نے کہا :

"مگر گورو سنا ہے شہروں میں سائنس کا زمانہ آ گیا ہے اور اب ایٹم بم اور میزائیل بھی تیار ہونے لگے ہیں۔ کیا تمہاری طاقت ان کا مقابلہ کر سکتی ہے"۔

پراسرار گورو نے قہقہہ لگایا اور بولا :

"تم کو میری طاقت کا ابھی اندازہ ہی نہیں ہے تم چل کر دیکھو تو سہی کہ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں دنیا کا کوئی ایٹم بم کوئی ایٹمی میزائیل میری طاقت کے آگے نہیں ٹھہر سکتا۔ آؤ ہم اس براعظم کے سب سے بڑے ملک یوروپا میں چلتے ہیں"۔

پانچوں پراسرار آدمی غائب ہو گئے۔

اب ہم واپس حاتم طائی کی طرف آتے ہیں۔ اسے ویران

جزیرے پر آئے اور عمارہ کو تلاش کرنے دو دن ہو گئے تھے مگر عمارہ اسے کہیں بھی نہیں ملی تھی۔ تیسرے دن حاتم طائی مایوس ہوکر سمندر کے کنارے ایک چٹان پر بیٹھا تھا کہ اسے اسے دور سے ایک سمندری جہاز جزیرے کی طرف آتا دکھائی دیا۔ حاتم طائی نے فوراً اپنی قمیص اتاری اور اسے جھنڈی کی طرح ہلا ہلا کر جہاز والوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگا۔ مگر جہاز تو اسی جزیرے کی طرف آ رہا تھا۔ جہاز قریب آ کر سمندر میں کھڑا ہو گیا۔ پھر اس میں سے چار آدمی کشتی میں بیٹھ کر ساحل پر آ گئے۔ یہ شکل و صورت سے بحری ڈاکو لگتے تھے۔ ان کے کانوں میں مُندرے پڑے تھے۔ سر پر رومال بندھے تھے اور بدن پر رنگ دار بنیانیں تھیں۔ کمر کے ساتھ پستول لٹک رہے تھے۔ ان کے ساتھ بحری ڈاکوؤں کے جہاز کا کپتان بھی تھا۔ انھوں نے ساحل پر آتے ہی حاتم طائی کو فوراً دبوچ لیا۔

حاتم طائی نے کہا:

"بھائیو! مجھے کیوں پکڑ رہے ہو۔ میں تو تین دن سے یہاں بھوکا پیاسا پڑا ہوں۔ میں کالے پانی سے کلکتے جا رہا تھا کہ سمندری طوفان میں جہاز غرق ہو گیا اور میں اپنی دوست کے ساتھ کسی طرح یہاں

پہنچ گیا۔ میری ساتھی خدا جانے کہاں گم ہو گئی "بحری ڈاکوؤں کے کپتان نے اپنے ساتھی سے پوچھا:

"تین دن پہلے کالے پانی میں کوئی جہاز غرق ہوا تھا کیا؟"

کپتان کے ساتھی نے کہا:

"ہاں کیپٹن! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایک مسافروں کا جہاز طوفان میں گھر کر کالے پانی کے سمندر میں ڈوب گیا تھا۔ یہ آدمی اسی جہاز میں سے جان بچا کر بھاگا ہو گا۔"

کپتان نے حاتم طائی کی طرف پستول کا رُخ کر دیا اور کہا:

"تم صرف ایک ہی صورت میں زندہ بچ سکتے ہو کہ ہمارے ساتھ شامل ہو کر جہازوں پر ڈاکے مارو۔ تم نے ہمیں دیکھ لیا ہے اس لئے اب ہم تمہیں آزاد نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ تم شہر میں جا کر ہمارے جیسے پولیس کو بتا سکتے ہو۔"

حاتم طائی نے کہا:

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے بارے میں شہر میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

کپتان نے گرج کر کہا:

"بکواس بند کرو۔ بولا۔ ہمارے ساتھ شامل ہوتے ہو کہ ابھی گولی مار کر تمہیں ڈھیر کر دوں؟"

حاتم طائی نے سوچا کہ چلو ان ڈاکوؤں کے ساتھ ہی مل جاتے ہیں۔ اس کے بعد جہاز سے فرار ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا:

"ہاں کپتان! میں تمہارے گروہ کے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہوں"

کپتان نے کہا:

"تو سنو! ہماری کچھ شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اگر تم نے کہیں بھاگنے کی کوشش کی تو تمہیں اسی وقت ہلاک کر دیا جائے گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لوٹ مار میں سے تمہیں صرف ایک پونڈ کی رقم ملا کرے گی۔ تیسری شرط یہ ہے کہ تمہیں جہاز کی دن میں دو بار صفائی کرنی ہو گی۔ تیسری شرط یہ ہے کہ تمہیں میرے ہر حکم تعمیل کرنی ہو گی۔ انکار کرنے کی صورت میں تمہیں سمندر میں پھینک دیا جائے گا بولو منظور ہے"

حاتم نے کہا:

"منظور ہے کپتان۔ مجھے تمہاری ساری شرطیں منظور ہیں"

کپتان نے اپنے ساتھی سے کہا:

"اسے جہاز پر لے چلو"

کپتان کے ساتھی نے حاتم طائی کو کشتی میں بٹھایا اور جہاز کی طرف لے چلا جو دور سمندر کے گہرے پانیوں میں کھڑا تھا۔ جہاز کے کپتان کے پاس خزانے کا صندوق تھا جس کو وہ اس جزیرے میں چھپانے کے لئے لایا تھا۔ اس کے ساتھ دو ڈاکو بھی تھے جنھوں نے خزانے کا صندوق اٹھا رکھا تھا۔

کپتان نے ان سے کہا:

"چلو صندوق لے کر جنگل کی طرف چلو"

دونوں ڈاکو خزانے کا صندوق اٹھائے جزیرے کے جنگل میں چلنے لگے۔ کپتان ہاتھ میں پستول لئے ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ایک جگہ زمین میں قدرتی گڑھا بنا ہوا تھا۔ کپتان نے کہا:

"صندوق کو یہاں رکھ دو اور اس گڑھے کے اندر زمین کھود دو"

دونوں ڈاکوؤں نے گڑھے کے اندر زمین کھودنی شروع کر دی۔ جب کوئی پانچ فٹ زمین کھود لی تو کپتان نے حکم دیا۔

"صندوق کو یہاں دفن کر دو"

دونوں ڈاکوؤں نے صندوق کو گڑھے کے اندر رکھ کر اوپر مٹی اور پتھر ڈال کر اسے بند کر دیا۔ جب زمین برابر کر دی گئی تو گڑھے کے اوپر کھڑے کپتان نے دو فائر کیے پستول سے باری باری گولیاں نکل کر دونوں ڈاکوؤں کے جسموں میں سے نکل گئیں۔ دونوں ڈاکو وہیں گرے اور مر گئے۔ کپتان نے ایک قہقہہ لگا کر کہا:

"تم کیا سمجھتے تھے کہ تم میرے خزانے کا راز ساتھ لے کر واپس جہاز پر چلے جاؤ گے۔ اب میرے خزانے کا راز تمہارے ساتھ ہی یہاں دفن ہو جائے گا"

کپتان نے پستول کمر سے لٹکائی اور واپس سمندر کے کنارے آ گیا۔ کپتان کے ساتھی کو معلوم تھا کہ کپتان دونوں ڈاکوؤں کو ختم کر کے ہی واپس آئے گا۔ اس نے جنگل میں فائر کی آوازیں سُن لی تھیں۔ وہ حاتم طائی کو جہاز پر چھوڑ کر کشتی لئے ساحل پر کھڑا تھا۔ اتنے میں کپتان درختوں سے نکل کر ریچھ کی طرح چلتا اس کی طرف آیا۔ اس نے آتے ہی پوچھا:

"اس نئے ڈاکو کو جہاز پر چھوڑ دیا؟"

کپتان کے ساتھی نے کہا:

"بس کپتان! وہ جہاز پر پہنچا دیا گیا ہے"۔

کپتان بولا:

"میں نے دونوں ڈاکوؤں کو خزانہ دفن کروانے کے بعد ہلاک کر دیا ہے۔ اب ہمیں ایک اور ڈاکو کہیں سے بھرتی کرنا ہو گا۔ ایک تو ہمیں مل گیا ہے"۔

کپتان کے ساتھی نے کہا:

"کسی نہ کسی جزیرے پر سے دوسرا ڈاکو بھی چل کر بھرتی کر لیں گے"۔

حاتم طائی جہاز پر دوسرے ڈاکوؤں کے پاس بیٹھا تھا۔ کپتان جہاز پر آیا تو جہاز کا انجن چلا دیا گیا۔ جہاز کھلے سمندروں کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاز دو دن تک سمندر میں سفر کرتا رہا۔ تیسرے دن یہ جہاز ایک ایسے گمنام چھوٹے سے جزیرے پر جا کر لگا جو بحری ڈاکوؤں کا جزیرہ تھا۔ یہاں ان ڈاکوؤں کے خاندان رہتے تھے جو اب ڈاکے نہیں مارتے تھے۔ انہوں نے جزیرے میں ہوٹل اور دکانیں کھول رکھی تھیں جہاں بحری ڈاکو ہی آ کر خرید و فروخت کرتے تھے۔

کپتان نے بحری ڈاکوؤں سے کہا:

"جزیرے پر جا کر سیر کرو۔ خرید و فروخت کرو، ہم

شام کو یہاں سے روانہ ہوں گے۔"

حاتم طائی بھی دوسرے ڈاکوؤں کے ساتھ جزیرے میں آگیا۔ ایک بحری ڈاکو ناھقن اس کا دوست بن گیا تھا۔ حاتم طائی اور ناھقن ڈاکو دونوں ایک ریستوران میں جاکر بیٹھ گئے اور کافی پینے لگے۔ حاتم اس تاک میں تھا کہ اس جہاز اور جہاز کے ڈاکوؤں سے فرار کا کوئی موقعہ ملے۔ اس نے ناھقن سے پوچھا:

"یہ جزیرہ کس سمندر میں ہے؟ میرا مطلب ہے یہاں قریب کون سا ملک ہے؟"

ناھقن ڈاکو نے مسکرا کر کہا:

"کیا تم فرار ہونے کی سوچ رہے ہو؟"

حاتم طائی بولا:

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

ناھقن ڈاکو کہنے لگا:

"حاتم! میں تمہارے دل کا راز پا گیا ہوں۔ تم جہاز سے فرار ہونا چاہتے ہو۔ مگر یہاں سے فرار ممکن نہیں ہے۔ میں نے خود کئی بار سوچا ہے کہ اس ظالم کپتان کی قید سے کسی طرح نکل جاؤں مگر میرا حوصلہ نہیں پڑا۔ اس لئے کہ یہ جہاز

خطرناک سمندروں ہی میں رہتا ہے۔ اگر میں سمندر
میں چھلانگ لگا بھی دوں تو تیر کر کسی ملک میں نہیں
پہنچ سکتا۔"

حاتم نے دل میں سوچا کہ کہیں یہ ناھفن ڈاکو کپتان کا جاسوس نہ ہو اور وہ کپتان کو جا کر نہ بتا دے کہ حاتم فرار ہونے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ چنانچہ اس نے ناھفن سے اپنے دل کا راز چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

"نہیں ناھفن بھائی! میں کپتان کے جہاز سے فرار
نہیں ہونا چاہتا۔ اس جہاز پر میں بڑا خوش ہوں"

ناھفن خاموش ہو گیا۔ شام کو سارے ڈاکو جہاز پر سوار ہو گئے اور جہاز ایک بار پھر سمندر میں روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن صبح کی روشنی پھیلی تو مستول پر چڑھے ہوئے ڈاکو نے چلّا کر کہا:

"ایک جہاز آ رہا ہے"

کپتان نے سب ڈاکوؤں کو ہوشیار کر دیا۔ وہ خود دُور بین لگا کر دُور سمندر میں جہاز کو دیکھنے لگا۔ اس نے کہا:

"یہ مسافروں کا جہاز ہے۔ اس میں لوگوں کا بڑا قیمتی
سامان ہو گا۔ ہم اس پر حملہ کر کے اسے لُوٹیں
گے"

کپتان نے حکم دے دیا کہ جہاز کو دوسرے جہاز کی طرف موڑا جائے۔ بحری ڈاکوؤں کے جہاز میں اگرچہ ایک توپ بھی لگی تھی۔ مگر جب تک جہاز کو لوٹ نہ لیا جائے اس پر توپ نہیں چلائی جاتی تھی کہ اگر وہ ڈوب گیا تو سارا سامان بھی ساتھ ہی ڈوب جائے گا۔ بحری ڈاکوؤں نے اپنے جہاز پر کالا کھوپڑی والا جھنڈا لہرا دیا۔ دوسرے جہاز کے کپتان نے جب بحری ڈاکوؤں کے جہاز کو اپنی طرف آتے دیکھا تو جہاز پر خطرے کا الارم بجا دیا۔ مسافر بے چارے گھبرا کر ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔

بحری ڈاکوؤں کا جہاز جب مسافروں والے جہاز کے ساتھ لگ گیا تو ڈاکوؤں نے اس میں چھلانگیں لگا دیں۔ حاتم طائیؒ نے بھی دوسرے جہاز پر چھلانگ لگا دی۔ ڈاکوؤں نے لوٹ مار کر کے سامان اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ مسافروں کو ایک طرف قطار میں کھڑا کر دیا گیا۔ حاتم طائی نے بھی اپنے ساتھی ڈاکوؤں کو دکھانے کے لئے کچھ سامان لوٹ لیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ مگر وہ ایک پستول سے ان سارے ڈاکوؤں کو نہیں بھگا سکتا تھا۔ وہ مسافروں کی مدد کرنا چاہتا تھا مگر مجبور تھا۔ اس کے دل میں اپنی طاقت کا خیال آیا کہ شاید اس کی طاقت واپس آ گئی ہو۔

اس نے بڑے آرام سے اپنے کان کو ہاتھ لگا دیا۔ ہاتھ لگاتے ہی وہ دوسرے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ حاتم طائی بڑا

خوش ہوا کہ اس کی طاقت واپس آ گئی تھی۔ اس وقت اسے اپنی طاقت کی بڑی ضرورت تھی۔ کسی ڈاکو نے خیال نہ کیا کہ حاتم طائی غائب ہو گیا ہے۔ دوسرے ڈاکو سامان کو لوٹ کر جمع کرنے میں لگے تھے۔ غائب ہوتے ہی حاتم طائی نے دو ڈاکوؤں کو گردن سے پکڑا اور زور سے سمندر میں اچھال دیا پھر آگے بڑھ کر دو اور ڈاکوؤں کو پکڑ کر سمندر میں دھکا دے دیا۔ ایک ڈاکو کی گردن پر اتنی زور سے مکّا مارا کہ وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ڈاکوؤں کا کپتان حیران تھا کہ یہ ڈاکو اپنے آپ سمندر میں کیوں چھلانگیں لگا رہے ہیں۔ وہ حاتم طائی کو تو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف ڈاکوؤں کو سمندر میں کودتے ہی دیکھ سکتا تھا۔

حاتم طائی نے اس کے بعد دو ڈاکوؤں کو پکڑ کر سمندر میں گرا دیا۔ اب کپتان نے پستول سے ہوا میں فائر کر کے چیخ کر کہا:

"خبردار! اب کوئی سمندر میں کودا تو میں اسے ہلاک کر دوں گا۔ سب ڈاکو واپس اپنے جہاز پر چلو۔"

مگر اتنی دیر میں حاتم طائی ڈاکو کپتان کے پیچھے آ گیا تھا۔ اس نے ڈاکو کپتان کی گردن پر زور سے گھونسا مارا۔ کپتان نے گھبرا

کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے اس کا ساتھی کپتان کھڑا تھا۔
"حرامی! تم نے مجھے گھونسہ مارا؟"
ساتھی کپتان نے کہا:
"کپتان! میں نے گھونسہ نہیں مارا۔ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔"
مگر اتنی دیر میں ڈاکو کپتان نے اس پر گولی چلا دی تھی۔ ساتھی کپتان خون میں لت پت ہو کر گرا اور تڑپنے لگا۔
حاتم طائیؒ نے ڈاکو کپتان سے کہا:
"تم نے اسے مارا اچھا کیا۔ مگر گھونسہ میں نے مارا تھا۔"
ڈاکو کپتان نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ اسے کوئی نظر نہ آیا۔
حاتم نے کہا:
"اب تم خود بھی مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"
اور حاتم نے ڈاکو کپتان پر فائر کر دیا۔ گولی نے ڈاکو کپتان کی کھوپڑی اڑا دی۔ دوسرے ڈاکو اپنے جہاز کی طرف بھاگنے لگے مگر حاتم طائیؒ نے ان پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ سارے ڈاکو وہیں ڈھیر ہو گئے۔
مسافر جہاز کا کپتان اور مسافر حیران تھے کہ یہ غائب سے گولیاں کہاں سے چل رہی ہیں اور ڈاکو اپنے آپ کیسے مرتے جا رہے ہیں۔ حاتم ان پر اپنی طاقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ دوڑ کر جہاز کی دیوار کے پیچھے ہو گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ دوسرے کان سے لگایا۔ وہ ظاہر ہو گیا۔ پستول لیے وہ مسافر جہاز کے کپتان کے سامنے آ گیا اور بولا :

"کپتان! ان سب ڈاکوؤں کو میں نے ختم کر دیا ہے میں چھپ کر ان پر فائر کر رہا تھا۔ اب تمہارا جہاز آزاد ہے۔ خدا نے تمہیں اور مسافروں کو ان قاتل ڈاکوؤں سے بچا لیا ہے۔"

سب مسافروں نے حاتم طائی کی تعریف کی اور اس کا ہاتھ چومنے لگے۔ کپتان نے حاتم طائی کا شکریہ ادا کیا اور حکم دیا کہ بحری ڈاکوؤں کے جہاز کو آگ لگا دی جائے۔ اسی وقت بحری ڈاکوؤں کے جہاز میں آگ لگا دی گئی۔ مسافر جہاز کو پیچھے لے جایا گیا۔

حاتم طائی اور مسافر جہاز کا شریف کپتان عرشے پر کھڑے بحری ڈاکوؤں کے جہاز کو جلتا دیکھ رہے تھے۔ جہاز میں سے بلند شعلے نکل رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے سمندری ڈاکوؤں کا سارے کا سارا جہاز جل کر سمندر میں غرق ہو گیا۔

کپتان نے کہا :

"حاتم! اگر تم ہمارے جہاز پر نہ ہوتے تو ان سب مسافروں کو ڈاکوؤں نے ہلاک کر دینا تھا۔ یہ ایسا

ہی کیا کرتے ہیں۔ جب کسی جہاز کو لوٹتے ہیں تو اس کے مسافروں کو ایک ایک کر کے سمندر میں گرا دیتے ہیں۔"

حاتم طائی بولا:

"میں تمہارے جہاز پر سوار نہیں تھا بلکہ ڈاکوؤں کے جہاز پر ہی سوار تھا۔ مگر میں اس جہاز سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ اچھا ہوا کہ تمہارا جہاز اِدھر آ گیا۔"

کپتان کہنے لگا:

"مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ تم نے چھپ کر کیسے ان ڈاکوؤں کو مار ڈالا۔ کیوں کہ کئی ڈاکو گولی لگنے سے ہلاک نہیں ہوئے۔ انہیں گھونسے مارے گئے تھے۔ کئی ڈاکوؤں نے اپنے آپ سمندر میں چھلانگیں لگا دی تھیں۔ یہ کیا معمّہ ہے؟"

حاتم طائی نے ہنس کر کہا:

"بس اسے خدا کی قدرت ہی سمجھو۔ اب یہ بتاؤ کہ ہم کہاں اور کس طرف جا رہے ہیں؟"

کپتان بولا:

"ہم برازیل کے ملک کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ سارے مسافر بھی برازیل ہی جا رہے ہیں۔ تم کہاں

جانا چاہتے ہو ؟"

حاتم طائی بولا :

"اس وقت تو میں برازیل ہی جا سکتا ہوں۔ وہاں جا کر سوچوں گا کہ کدھر جاؤں۔"

کپتان نے کہا :

"تم میرے مہمان ہو حاتم۔ تم میرے کیبن میں سو سکتے ہو۔ میں اپنے دوسرے بیڈ روم میں چلا جاؤں گا۔"

رات گذر گئی۔ اسی طرح دو دن سمندر میں سفر کرتے گزر گئے۔ چوتھے دن شام کے وقت دُور برازیل ملک کے ایک شہر سان نتیاگو کی بندرگاہ کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔

کپتان نے حاتم طائی سے کہا :

"یہ برازیل ملک کی ایک بندر گاہ سان نتیاگو ہے۔ تم میرے مہمان بن کر رہو گے۔ ہمارا جہاز یہاں سے ایک ہفتے بعد واپس لندن روانہ ہو گا۔ تم اتنی دیر میں شہر کی سیر بھی کر لینا۔ پھر اگر دل چاہے تو ہمارے ساتھ واپس لندن چلے چلنا ورنہ جہاں تم جانا چاہو گے میں تمہیں اس شہر کو جانے والے جہاز میں سوار کروا دوں گا۔"

حاتم طائی نے کہا :

"ٹھیک ہے سر! میں برازیل کے شہر سان تیاگو کی سیر کرنا پسند کروں گا اس کے بعد ہو سکتا ہے میں آپ کے ساتھ لندن ہی چلا چلوں"

سان تیاگو کی بندرگاہ پر جہاز لنگر انداز ہو گیا۔ کپتان اور حاتم طائی ایک ریستوران میں کھانا کھانے چل دیئے۔

کپتان نے کہا:

"حاتم! یہاں تم میرے مہمان ہو گے"

حاتم مسکرانے لگا۔ دونوں مل کر کھانا کھانے لگے۔

کپتان نے پوچھا:

"حاتم! تم نے مجھے اپنے بارے میں زیادہ نہیں بتایا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ تمہاری شکل صورت اور رنگ بتاتا ہے کہ تم ایران یا ملک شام کے رہنے والے ہو"

حاتم طائی نے دل میں کہا کہ اس آدمی نے اسے خوب پہچانا ہے۔ اوپر سے ہنس کر بولا:

"میں شام ہی کا رہنے والا عرب ہوں تمہارا اندازہ ٹھیک ہے کپتان"

کپتان کافی بناتے ہوئے زیرِ لب ہنس رہا تھا۔



کھڑکی میں بم

برازیل سے حاتم طائی لندن آ گیا۔
لندن میں وہ کپتان کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اس سے رخصت ہونے لگا تو کپتان نے پوچھا:
"تم یہاں کہاں رہو گے حاتم؟"
حاتم طائی بولا:
"یہاں میرا ایک دوست ہے۔ میں اس کے پاس ٹھہروں گا۔"
حالانکہ حاتم طائی کا وہاں کوئی دوست نہیں تھا۔ حاتم لندن کے بازاروں میں پھرنے لگا۔ اس کو بار بار عمارہ کا خیال آتا کہ نہ جانے وہ کہاں گم ہو گئی ہے۔ اس کا دل کہتا تھا کہ کہیں نہ کہیں عمارہ اسے ضرور مل جائے گی۔
حاتم طائی کو لندن میں رہنے کے لئے پیسوں کی ضرورت تھی۔ پیسوں کے بغیر وہ وہاں ایک دن بھی کسی جگہ نہیں رہ سکتا تھا۔ حاتم نے دل میں سوچا کہ اگر اس کی طاقت

اس کے پاس ہے تو اسے کوئی پروا نہیں ہے۔ وہ آسانی سے روپیہ پیسہ پیدا کر لے گا۔ وہ اپنی طاقت کا پتہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ لندن شہر کے ایک باغ میں آ گیا۔ یہاں موسم بہار میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ حاتم طائی ایک درخت کے پیچھے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ بائیں کان پر لگایا تو وہ بڑا خوش ہوا۔ اس کی طاقت واپس آ گئی تھی۔ طاقت اس کے پاس ہی تھی۔ وہ غائب ہو چکا تھا۔

غائب ہونے کے بعد وہ سیدھا لندن کے ایک بارونق بازار میں آ گیا۔ وہ سب کو دیکھ رہا تھا مگر اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کو کسی ایسے بینک کی تلاش تھی جہاں سے وہ اپنے خرچ کے لئے کچھ پونڈ حاصل کر سکے۔ اسے ایک بینک نظر آ گیا۔ وہاں باہر ایک پہرے دار کھڑا تھا۔ لوگ اندر کام کاج میں مصروف تھے۔

حاتم طائی نے دیکھا کہ ایک کاؤنٹر کے پیچھے ایک خزانچی بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ہی صندوق میں پونڈوں کے نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ حاتم طائی کو تو کوئی روک ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ خاموشی سے کاؤنٹر کے پیچھے چلا گیا۔ یہاں آ کر اس نے بڑے آرام سے صندوق میں سے نوٹوں کے چار بڑے بڑے بنڈل نکالے اور اپنی جیبوں میں ڈال لئے۔

خزانچی کو بالکل خبر نہ ہوئی۔ حاتم طائی خاموشی سے بینک میں سے باہر نکل آیا۔ باہر آتے ہی وہ ایک دوسری دکان میں داخل ہو گیا۔ اس دکان میں مردوں کے لئے ریڈی میڈ کپڑے یعنی کوٹ پتلونیں فروخت ہوتی تھیں۔ حاتم نے ایک طرف جا کر اپنے سائز کی پتلون اور کوٹ اتار لیا وہیں کھڑے کھڑے اسے پہنا اور بڑے اطمینان سے ٹہلتا ہوا دکان سے باہر نکل آیا۔

وہ دوبارا اسی باغ میں آ گیا۔ یہاں ایک جگہ چھپ کر اس نے دوسرے کان پر ہاتھ لگایا۔ وہ ظاہر ہو گیا۔ ظاہر ہونے کے بعد وہ ہر کسی کو نظر آ سکتا تھا۔ اس نے کوٹ پتلون پہن رکھا تھا۔ اس نے ایک ٹیکسی والے سے کہا۔

"مجھے کسی اچھے سے ہوٹل میں لے چلو"

ٹیکسی والا اسے ایک عالی شان ہوٹل میں لے آیا۔ یہاں حاتم طائی نے ایک کمرہ کرائے پر لے لیا۔ کمرے میں آ کر اس نے گرم پانی سے غسل کیا۔ کھانا منگوا کر کھایا اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد شام کے وقت ہوٹل کی کھڑکی میں بیٹھ کر نیچے بازار میں دیکھنے لگا۔ بازار میں بڑی رونق تھی گورے لوگ اور گوری عورتیں آ جا رہی تھیں۔ لندن بڑا خوبصورت شہر تھا۔ حاتم کو یہ شہر پسند آ گیا تھا۔ مگر اس کے

دل میں عمارہ کا خیال برابر ویسے کا ویسا ہی تھا اور وہ اس کے گم ہو جانے کے بارے میں پریشان بھی تھا۔

حاتم طائی نے سوچا کہ اس شہر میں کچھ دن رہ کر وہ عمارہ کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا۔ ہو سکتا ہے عمارہ اسے کہیں مل جائے۔ اس کے بعد وہ دونوں پاکستان کی طرف نکل چلیں گے اور اپنے کسی دوسرے مشن پر روانہ ہو جائیں گے۔ رات ہو گئی۔ نوکر نے آ کر پوچھا کہ آپ کھانا نیچے ڈائینگ روم میں کھائیں گے یا اپنے کمرے میں؟

حاتم طائی نے کہا:

"میرے کمرے ہی میں کھانا لے آؤ۔"

کھانا کھانے کے بعد حاتم نے سوچا کہ رات کے وقت شہر لندن کی سیر کرنی چاہیے۔ وہ بازار میں آ گیا۔ لندن شہر روشنیوں کا شہر بن گیا تھا۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ حاتم طائی ایک سینما ہال میں فلم دیکھنے آ گیا۔ وہ کسی طرح وقت گزارنا چاہتا تھا۔ رات بارہ بجے وہ فلم دیکھ کر سینما ہال سے نکلا اور آہستہ آہستہ پیدل ہی اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

وہ چلتے چلتے ایک سنسان سے علاقے میں آ گیا۔ اچانک پیچھے سے ایک کار کی روشنی اس پر پڑی۔ حاتم طائی سڑک سے اتر کر درختوں کے نیچے ہو گیا۔ سامنے کی طرف

ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ کار اس مکان کے باہر کھڑی ہو گئی۔ کار میں سے دو نقاب پوش ہاتھوں میں پستولیں لیئے نکلے اور مکان میں گھس گئے۔ اس کے ساتھ ہی مکان میں سے کسی لڑکی کی چیخیں بلند ہوئیں۔ حاتم طائی اس لڑکی کی مدد کے لئے مکان کی طرف دوڑا۔ مکان کے اندر سے دونوں نقاب پوش ایک سنہری بالوں والی لڑکی کو گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے۔ لڑکی شور مچا رہی تھی۔ مگر ارد گرد کوئی مکان نہیں تھا۔ اس کی فریاد کون سنتا۔ نقاب پوشوں نے حاتم کو دیکھا تو اس پر فائر کر دیا۔

گولی حاتم طائی کے پیٹ میں لگی اور دوسری طرف سے نکل گئی۔ مگر حاتم مر نہیں سکتا تھا۔ وہ تو پہلے ہی مر چکا تھا اور ایک خاص وقت کے لئے زندہ ہو کر دنیا میں آیا تھا۔ مگر اس نے یہ ظاہر کیا کہ گولی اسے نہیں لگی۔ وہ نقاب پوشوں کی طرف جھپٹا۔ ایک نقاب پوش نے قریب سے حاتم طائی پر دو گولیاں چلائیں۔ دونوں گولیاں حاتم طائی کے سینے میں لگیں۔ نقاب پوشوں کو یقین تھا کہ یہ آدمی ابھی گر کر مر جائے گا۔ کیوں کہ گولیاں بڑے قریب سے حاتم کے سینے پر چلائی گئی تھیں۔ مگر حاتم طائی اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ نقاب پوش سمجھے کہ اس شخص نے سینے کے سامنے لوہے کی پلیٹ باندھ رکھی ہے۔ ایک نقاب پوش

نے حاتم طائی کی کھوپڑی پر فائر کر دیا۔ گولی حاتم کے سر میں لگی مگر نیچے گر پڑی اب نقاب پوش گھبرائے۔ تب حاتم طائی نے آگے بڑھ کر دونوں نقاب پوش غنڈوں کو گردنوں سے پکڑ کر دونوں کے سر اتنی زور سے ٹکرائے کہ وہ چکرا کر گر پڑے۔ لڑکی دوڑ کر مکان کے دروازے کے پیچھے چھپ گئی۔

حاتم نے اسے چلا کر کہا:

"بہن! گھبراؤ نہیں۔ یہ تمہیں اب کچھ نہیں کہیں گے۔"

نقاب پوشوں کو ذرا ہوش آیا تو وہ اُٹھ کر اپنی کار میں سوار ہوئے اور کار بھگا کر وہاں سے فرار ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد لڑکی دروازے کے پیچھے سے نکل کر حاتم طائی کے سامنے آ گئی۔ اُس نے کہا:

"تمہارا شکریہ دوست! اگر تم اس وقت میری مدد کو نہ آتے تو یہ غنڈے نہ جانے میرا کیا حشر کرتے۔"

حاتم طائی نے کہا:

"بہن! میرا تو کام ہی مظلوموں کی مدد کرنا ہے۔"

لڑکی کا چہرہ اداس تھا۔ پریشان تھا کہنے لگی:

"آج تم نے مجھے بچا لیا میرے بھائی۔ مگر یہ لوگ کل یا پرسوں رات کو پھر آ جائیں گے۔"

حاتم نے کہا:

"تم پولیس کو اطلاع کیوں نہیں کرتیں؟"

لڑکی نے کہا:

"پولیس کیا کر سکتی ہے۔ وہ جب آتی ہے تو یہ غائب ہو جاتے ہیں۔ جب پولیس چلی جاتی ہے تو یہ پھر مجھے اغوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

حاتم نے پوچھا:

"مگر یہ تمہیں کیوں اغوا کرنا چاہتے ہیں؟"

لڑکی نے سانس بھر کر کہا:

"تم سن کر کیا کرو گے بھائی؟ تم بھی میری زیادہ دیر تک مدد نہیں کر سکو گے۔"

حاتم طائی بولا:

"بہن! تم مجھے اپنی مصیبت تو بیان کرو۔ ہو سکتا ہے میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔"

لڑکی حاتم طائی کو اپنے مکان میں لے گئی۔ ڈرائینگ روم میں بٹھا کر اس نے حاتم طائی سے کہا:

"پہلے مجھے ایک بات بتاؤ کہ جب غنڈوں نے

تم پر گولی چلائی تھی تو تم زخمی کیوں نہیں ہوئے؟
میں نے خود دیکھا تھا کہ دو گولیاں تمہارے سینے
میں لگیں۔ پھر ایک گولی تمہارے سر پر لگی۔ مگر
تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا
تم کوئی جادوگر ہو؟"
حاتم مسکراتے ہوئے بولا:
"ایسی بات نہیں ہے میری بہن! بات اصل
میں یہ ہے کہ ان کا دونوں بار نشانہ خطا گیا تھا
گولیاں مجھے نہیں لگی تھیں۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا
ہے کہ گولی میرے سر پر لگے اور میں زندہ
بچ جاتا۔"
لڑکی کو کچھ یقین نہیں آیا تھا مگر اسے یقین کرنا
ہی پڑا۔
حاتم طائی نے کہا:
"اب تم مجھے اپنی مصیبت کے بارے میں
بتاؤ کہ تم کون ہو اور یہ غنڈے تمہیں کس لئے
اغوا کرنا چاہتے ہیں؟"
لڑکی نے آہ بھر کر کہا:
"میرا نام الزبتھ ہے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے۔

اس کا نام آرتھر ہے۔ اس کی عمر آٹھ سال کی ہے۔ میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔ میرے باپ نے میرے چھوٹے بھائی کے نام کروڑوں روپے کی جائیداد چھوڑی ہے۔ اس جائیداد میں ہمارا ایک آبائی قلعہ، قلعے کا محل بھی شامل ہے۔ مگر اس قلعے اور محل پر میری سوتیلی ماں نے قبضہ کر رکھا ہے۔"

حاتم طائی نے کہا:

"تم پولیس سے مدد کیوں نہیں لیتی ہو؟ اگر جائیداد تمہارے بھائی آرتھر کے نام ہے تو پولیس اور قانون تمہاری مدد کرے گا۔"

الزبتھ کہنے لگی:

"مگر میرے باپ نے اپنی وصیت میں لکھ دیا ہوا ہے کہ آرتھر جب پندرہ سال کا ہوگا تب اسے یہ جائیداد ملے گی۔ اتنی دیر تک اس کی بہن الزبتھ یعنی میں اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کروں گی۔ اب اگر آرتھر مر جاتا ہے تو یہ جائیداد میری سوتیلی ماں کے پاس چلی جاتی ہے۔ اس میں سے صرف چوتھا حصّہ ہی مجھے مل سکے گا۔ میری سوتیلی

ماں یہ چاہتی ہے کہ کسی طرح آرتھر اور مجھے قتل کر ڈالے۔"

حاتم نے کہا:

"مگر نقاب پوش غنڈے تو تمہیں اغوا کرنے آئے تھے۔ انہوں نے تمہیں مار کیوں نہیں ڈالا؟ وہ تو تمہیں آسانی سے ہلاک کر سکتے تھے۔"

الزبتھ کہنے لگی:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھے مارنے سے پہلے مجھ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میرا بھائی آرتھر کہاں ہے۔ کیونکہ جب تک انہیں آرتھر نہیں مل جاتا اور وہ آرتھر کو ہلاک نہیں کر لیتے، مجھے مارنے سے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ آرتھر کو میں نے کسی خفیہ جگہ چھپا رکھا ہے اور وہ یہی مجھ سے پتہ کرنا چاہتے ہیں۔"

حاتم سمجھ گیا کہ الزبتھ کسی مشکل میں گرفتار ہے۔ اُس نے کہا:

"تم نے اپنے بھائی آرتھر کو کہاں چھپایا ہوا ہے؟"

لڑکی بولی :

" یہ میں تمہیں بھی نہیں بتا سکتی۔ کیوں کہ مجھے تمہارے بارے میں ابھی پورا یقین نہیں ہے کہ تم ان غنڈوں کے آدمی نہیں ہو؟"

حاتم طائیؒ ہنس دیا۔ کہنے لگا :

" اگر یہ بات ہوتی تو پھر وہ غنڈے مجھ پر فائر نہ کرتے۔ تم خود دیکھ چکی ہو کہ انہوں نے میرے سینے پر بالکل سامنے سے فائر کیا تھا اور میں پاکستان کا رہنے والا ہوں۔ میں تو ان نقاب پوشوں کو جانتا بھی نہیں ہوں۔"

الزبتھ نے سر جھکا لیا۔

حاتم طائیؒ نے کہا :

" اچھا۔ اگر تمہیں مجھ پر یقین نہیں تو پھر میں جاتا ہوں تم جانو تمہارا کام۔"

یہ کہہ کر حاتم طائیؒ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کا خیال تھا کہ لڑکی اسے روکے گی۔ مگر اس نے اسے نہ روکا۔ حاتم طائیؒ نے سڑک پر آکر ایک ٹیکسی پکڑی اور اپنے ہوٹل میں آگیا۔ رات گزر گئی۔ دوسرے دن حاتم طائیؒ شہر کی سڑکوں پر عمارہ کو تلاش کرتا پھرا۔ سارا دن

ماں یہ چاہتی ہے کہ کسی طرح آرتھر اور مجھے قتل کر ڈالے۔"

حاتم نے کہا:

"مگر نقاب پوش غنڈے تو تمہیں اغوا کرنے آئے تھے۔ انہوں نے تمہیں مار کیوں نہیں ڈالا؟ وہ تو تمہیں آسانی سے ہلاک کر سکتے تھے۔"

الزبتھ کہنے لگی:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھے مارنے سے پہلے مجھ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میرا بھائی آرتھر کہاں ہے۔ کیونکہ جب تک انہیں آرتھر نہیں مل جاتا اور وہ آرتھر کو ہلاک نہیں کر لیتے، مجھے مارنے سے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ آرتھر کو میں نے کسی خفیہ جگہ چھپا رکھا ہے اور وہ یہی مجھ سے پتہ کرنا چاہتے ہیں۔"

حاتم سمجھ گیا کہ الزبتھ کسی مشکل میں گرفتار ہے۔ اُس نے کہا:

"تم نے اپنے بھائی آرتھر کو کہاں چھپایا ہوا ہے؟"

لڑکی بولی:

"یہ میں تمہیں بھی نہیں بتا سکتی۔ کیوں کہ مجھے تمہارے بارے میں ابھی پورا یقین نہیں ہے کہ تم ان غنڈوں کے آدمی نہیں ہو؟"

حاتم طائی ہنس دیا۔ کہنے لگا:

"اگر یہ بات ہوتی تو پھر وہ غنڈے مجھ پر فائر نہ کرتے۔ تم خود دیکھ چکی ہو کہ انھوں نے میرے سینے پر بالکل سامنے سے فائر کیا تھا اور میں پاکستان کا رہنے والا ہوں۔ میں تو ان نقاب پوشوں کو جانتا بھی نہیں ہوں۔"

الزبیتھ نے سر جھکا لیا۔

حاتم طائی نے کہا:

"اچھا۔ اگر تمہیں مجھ پر یقین نہیں تو پھر میں جاتا ہوں تم جانو تمہارا کام۔"

یہ کہہ کر حاتم طائی کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کا خیال تھا کہ لڑکی اسے روکے گی۔ مگر اس نے اسے نہ روکا۔ حاتم طائی نے سڑک پر آکر ایک ٹیکسی پکڑی اور اپنے ہوٹل میں آگیا۔ رات گزر گئی۔ دوسرے دن حاتم طائی شہر کی سڑکوں پر عمارہ کو تلاش کرتا پھرا۔ سارا دن

گزر گیا۔ پھر رات ہو گئی اور سے۔ عمارہ کہیں نظر نہ آئی۔ اتنی جلدی حاتم سونا نہیں چاہتا تھا۔ ویسے بھی اسے نیند کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے سوچا کہ چلو آج تھیٹر دیکھا جائے۔ وہ ایک تھیٹر ہاؤس میں ٹکٹ لے کر آ گیا۔ رات ایک بجے تک وہ تھیٹر دیکھتا رہا۔

تھیٹر ختم ہوا تو وہ پیدل ہی اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اس کا ہوٹل وہاں سے قریب ہی تھا۔ درمیان میں ایک ویران باغ پڑتا تھا جس میں ایک پرانی خالی عمارت تھی۔ حاتم شارٹ کٹ سمجھتے ہوئے ویران باغ میں سے گزرنے لگا۔ رات خاموش تھی۔ ویران باغ میں کوئی آدمی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ حاتم طائی درختوں کے نیچے اندھیرے میں گزر رہا تھا کہ اسے چند قدموں کے فاصلے پر ایک انسانی سایہ نظر آیا۔ یہ انسانی سایہ بڑی تیزی سے خالی عمارت کی طرف چلا جا رہا تھا۔ سایہ پیچھے مڑ کر بھی دیکھ لیتا تھا۔

حاتم طائی نے بائیں کان پر ہاتھ لگایا۔ وہ غائب ہو گیا۔ غائب ہونے کے بعد وہ انسانی سائے کے پاس آ گیا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ پراسرار انسانی سایہ کون ہے اور ویران خالی عمارت کی طرف کیا کرنے جا

رہا ہے۔ یہ عمارت جنگ کی بمباری میں تباہ ہو چکی تھی۔ اور اب وہاں کوئی نہیں رہتا تھا۔ حاتم طائی جب پراسرار انسانی سائے کے پاس گیا تو اس نے فوراً اسے پہچان لیا۔ یہ وہی انگریز مصیبت زدہ لڑکی الزبتھ تھی جس کو کل رات نقاب پوش غنڈے اغوا کرنا چاہتے تھے۔ حاتم طائی خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ الزبتھ اس پراسرار ویران عمارت میں کیا کرنے جا رہی ہے۔

الزبتھ ویران عمارت میں داخل ہو گئی۔ فرش پر کوڑا کرکٹ اور لکڑیوں کی بڑی بڑی شہتیریاں بکھری ہوئی تھیں۔ الزبتھ نے ایک بار مڑ کر پیچھے دیکھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کے پیچھے کوئی نہیں ہے تو وہ تیزی سے ایک ٹوٹی ہوئی چھت والے خالی کمرے میں داخل ہو گئی۔ حاتم بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس کمرے میں ایک جگہ فرش پر لکڑی کا تختہ پڑا تھا۔ الزبتھ نے اس تختے کو پیچھے کھینچ لیا۔

تختے کے پیچھے کھینچتے ہی نیچے سیڑھیاں نظر آنے لگیں۔ الزبتھ جلدی سے نیچے اُتر گئی۔ حاتم بھی اس کے پیچھے تھا۔ نیچے ایک تہہ خانہ تھا۔ جہاں ایک گیس کا لیمپ جل رہا تھا۔

لڑکی نے آواز دی :

"آرتھر! میرے پیارے بھائی!"

ایک سات برس کا لڑکا کونے والے پرانے صوفے سے اُٹھ کر اس کی طرف دوڑا۔ بہن نے بھائی کو گلے سے لگا لیا اور کہا :

"آرتھر! میرے پیارے بھائی۔ بس اب میں تمہیں زیادہ دن اس تہہ خانے میں نہیں رہنے دوں گی۔ میں نے گاؤں میں انتظام کر لیا ہے۔ وہاں پرانی پہاڑی کے پاس جنگل میں ایک خالی کاٹیج میں دیکھ آئی ہوں۔ پرسوں میں تمہیں وہاں لے جاؤں گی۔"

لڑکے نے کہا :

"الزبتھ بہن! ہم کب اس مصیبت سے نجات حاصل کریں گے؟"

"میرے بھائی! تم کو تو معلوم ہی ہے ہماری سوتیلی ماں ہم دونوں کو قتل کروا دینا چاہتی ہے تاکہ وہ ہماری ساری جائیداد کی اکیلی مالک بن جائے۔ کل رات اس نے دو نقاب پوش مجھے اغوا کرنے کے لئے بھیجے تھے۔ اگر ایک نیک دل بہادر

پاکستانی میری مدد نہ کرتا تو آج میں یہاں تمہارے پاس نہ ہوتی۔"

لڑکے نے کہا:

"پیاری بہن! مجھے یہاں سے نکال دو۔ مجھے یہاں رات کو بڑا ڈر لگتا ہے۔"

الزبتھ بولی:

"آرتھر! تم کو ہمت سے کام لینا پڑے گا۔ ہم اس وقت مصیبت میں ہیں۔ قاتل ہمارے پیچھے لگے ہیں۔ ہم نے ذرا کمزوری دکھائی تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

لڑکے نے کہا:

"کیا تم پرسوں مجھے یہاں سے نکال کر لے چلو گی بہن؟"

"ہاں میرے بھائی!" الزبتھ نے کہا: "میں پرسوں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گی۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔"

ابھی یہ بات اس کے منہ سے نکلی ہی تھی کہ اوپر چھت پر کسی کے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔ الزبتھ نے سہم کر لڑکے آرتھر کو سینے سے لگا لیا اور بولی:

"شاید غنڈے آ گئے ہیں"

اس نے جلدی سے لڑکے کو صوفے کے پیچھے چھپا دیا اور خود غسل خانے کی طرف بھاگنے ہی لگی تھی کہ سیڑھیوں پر سے دھڑا دھڑ دو ہٹے کٹے غنڈے نیچے اُتر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ ایک نے چھلانگ لگاکر الزبتھ کو دبوچ لیا۔ لڑکا صوفے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ دوسرے غنڈے نے کہا:

"لڑکے کو تلاش کرو۔ وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہو گا۔"

دوسرا غنڈہ صوفے کی طرف لپکا۔ حاتم اب تماشائی بن کر خاموش کھڑا نہیں رہ سکتا تھا، کیونکہ ان دونوں بہن بھائیوں کی زندگی خطرے میں تھی۔ وہ تو غائب تھا۔ اسے تو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے سب سے پہلے اس غنڈے کو گردن سے پکڑ کر پیچھے کھینچا جو صوفے کی طرف بڑھا تھا کہ لڑکے کو قابو میں کرے۔ غنڈہ بڑا حیران ہوا کہ یہ اس کو گردن سے کس نے پکڑ کر کھینچا ہے۔ حاتم طائی نے اسے زیادہ حیران ہونے کا موقع نہ دیا اور اس کے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ پستول نیچے گر پڑا۔ دوسرا غنڈہ ہکا بکا ہو گیا تھا۔ بولا:

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟ تم نے پستول کیوں پھینک دیا؟"

دوسرا غنڈہ کراہتے ہوئے بولا:

"کسی نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا ہے۔ کسی نے میری گردن دبوچ رکھی ہے"۔

یہ اس کی زندگی کا آخری فقرہ تھا۔ کیوں کہ اس کے بعد حاتم طائی نے اتنی زور سے غنڈے کی گردن پر مکا مارا کہ اُسکی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرے غنڈے کو پسینہ آ گیا کہ اس کے ساتھی کو کسی نے یوں مار ڈالا ہے۔ اس نے پستول الزبتھ کی گردن پر رکھ دیا اور چیخ کر کہا:

"تم اگر کوئی بھوت ہو تو یاد رکھو۔ اگر میری طرف قدم بڑھایا تو میں گولی چلا کر اس لڑکی کو ہلاک کر دوں گا"۔

حاتم طائی نے کوئی جواب نہ دیا۔ الزبتھ بھی اس سارے خونی ڈرامے کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ صوفے کے پیچھے آرتھر اسی طرح چھپا ہوا تھا۔ حاتم طائی دوسرے غنڈے کے بالکل قریب آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ غنڈے نے

پستول کی نالی الزبتھ کی گردن کے ساتھ لگا رکھی تھی۔
یہ بڑا نازک کام تھا۔ نازک وقت تھا۔ حاتم طائی نے بڑی احتیاط کے ساتھ اپنی انگلی پستول کے نیچے کر دی اور پھر زور دار جھٹکے سے پستول کو اُوپر اچھال دیا۔ پستول کے اچھلتے ہی حاتم نے غنڈے کے جبڑے پر پوری طاقت سے مکا جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرا۔ الزبتھ آزاد ہو کر اپنے بھائی کی طرف دوڑی۔ غنڈہ پستول کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا، تو حاتم طائی نے پاؤں سے پستول کو دُور کر دیا اور غنڈے کو گردن سے پکڑ کر چوہے کی طرح اوپر اٹھا لیا۔ حاتم کے اندر بے پناہ طاقت آ چکی تھی۔ اس نے غنڈے کو اوپر اٹھا کر اتنی زور سے زمین پر پٹخا کہ اس کی ساری ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ دوسرا غنڈہ بھی وہیں مر گیا۔
الزبتھ اپنے بھائی کو سینے سے لگائے صوفے پر سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ وہ حیران ہو رہی تھی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ اس کو ایک ہی یقین ہو گیا تھا کہ کوئی فرشتہ اس کی مدد کرنے وہاں آ گیا ہے۔ اس نے آہستہ سے کہا:
"اے فرشتے! تم نے ہماری مدد کی۔ ہم تمہارا

شکریہ ادا کرتے ہیں۔ تمہاری بہت مہربانی۔
بہت مہربانی۔"

اور الزبتھ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حاتم طائی خاموش رہا۔ وہ الزبتھ پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

الزبتھ نے اپنے بھائی سے کہا:

"آرتھر! خدا نے اپنا رحم دل فرشتہ بھیج کر ہماری جان بچا لی ہے۔ اب چلو۔ یہاں سے نکل چلیں۔"

دونوں بہن بھائی تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئے۔ حاتم طائی بھی ان کے پیچھے پیچھے اوپر آ گیا۔ الزبتھ اور آرتھر ویران عمارت سے دوڑتے ہوئے باغ میں آ گئے۔ آگے سڑک سنسان تھی۔

آرتھر نے پوچھا:

"الزبتھ! ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

الزبتھ نے کہا:

"ابھی تم میرے مکان پر ہی چلو گے۔ کل دن نکلنے پر میں تمہیں اپنے ساتھ گاؤں لے جاؤں گی۔ غنڈے مر چکے ہیں۔"

لڑکے نے کہا:

"سوتیلی ماں دوسرے آدمی بھیج دے گی۔"

الزبتھ بولی:

"جب تک ہم اپنے مکان سے نکل کر گاؤں والے پہاڑی مکان میں چھپ چکے ہوں گے آؤ۔"

دونوں بہن بھائی تیز تیز قدموں سے چلنے لگے۔ حاتم طائی بھی ان کے ساتھ ہی جا رہا تھا۔ ایک میل کے فاصلے پر الزبتھ کا مکان تھا۔ یہ وہی مکان تھا جہاں کل رات نقاب پوش غنڈوں نے اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مکان میں داخل ہو گئی۔ حاتم طائی مکان کے باہر ہی رہا۔ الزبتھ نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ حاتم طائی نے گھڑی دیکھی۔ اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ حاتم طائی نے سوچا کہ وہ وہاں رہ کر ان کی حفاظت اور نگرانی کرے اور صبح انہیں اپنی حفاظت ہی میں پہاڑی والے مکان میں لے کر جائے۔ حاتم طائی کو ان دونوں بہن بھائیوں سے ہمدردی ہو گئی تھی اور وہ ہر حالت میں ان کی جان بچانا چاہتا تھا۔

حاتم طائی کو سونے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اسے

سردی بھی نہیں لگتی تھی۔ وہ مکان کے ایک طرف باغ میں بیٹھ گیا۔ اندر مکان میں بھی بتی بجھا دی گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ دونوں بہن بھائی سو گئے ہیں۔ رات گزرتی چلی گئی۔ حاتم طائی جاگ رہا تھا۔ رات کے کوئی تین بجے کا وقت ہو گا کہ حاتم طائی کو کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا الزبتھ کے چھوٹے سے مکان کے باہر باغیچے میں سے پتھر کا ایک چھوٹا سا راستہ تھا۔ اس کو گیٹ کے پاس ایک آدمی نظر آیا جس نے سر پر سیاہ رومال باندھ رکھا تھا۔ حاتم طائی تیزی سے اس کے پاس گیا۔

وہ آدمی حاتم طائی کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مگر حاتم طائی نے دیکھا کہ اس ہٹے کٹے غنڈہ قسم کے آدمی کے ایک ہاتھ میں چاقو تھا۔ چاقو کھلا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر الزبتھ کے مکان کے پیچھے والی کھڑکی کی طرف بڑھا۔ حاتم طائی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ غنڈہ مکان کی پچھلی کھڑکی کے پاس آ کر رُک گیا۔ پھر اس نے جیب سے ایک رومال نکالا۔ رومال میں سے بارُود کی چار چھڑیاں نکال کر کھڑکی کے ساتھ رکھ دیں۔

حاتم طائی سمجھ گیا کہ یہ ٹائم بم ہے اور وہ الزبتھ

کے مکان کو دھماکے سے اڑانے والا ہے۔ بارود کی چاروں چھڑیاں آپس میں رسی سے بندھی ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا کلاک لگا ہوا تھا۔ اس غنڈے نے کلاک کا بٹن دبا دیا۔ کلاک کی سیکنڈ کی سوئی چلنے لگی۔ یہ ٹائم بم لگا کر غنڈہ واپس مڑا اور تیز تیز قدموں سے کوٹھی سے باہر نکلنے لگا۔

حاتم طائی اسے بھی ایسے ہی جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس نے پیچھے سے اس غنڈے کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ غنڈہ یہ سمجھا کہ شاید کوئی آدمی اس کے پیچھے ہے اس نے زور سے کہنیاں ماریں۔ مگر پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ گھبرا گیا۔ حاتم نے اسے زمین سے دس فٹ اوپر اچھال دیا۔ غنڈہ دھڑام سے نیچے گرا اور اٹھ کر بھاگنے ہی لگا تھا کہ حاتم نے اسے دوبارا پکڑ لیا۔ اس بار حاتم نے اس کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبانا شروع کر دیا۔ غنڈے کی زبان باہر نکل آئی۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اسے وہاں بے ہوش چھوڑ کر حاتم تیزی سے کھڑکی کی طرف بھاگا۔ ٹائم بم کی سوئی ٹک ٹک کی آواز کے ساتھ چل رہی تھی۔ بم کسی بھی وقت پھٹ سکتا تھا۔ حاتم نے بم کے کلاک کو الگ کرنے کی کوشش کی۔

مگر کلاک بم سے علیحدہ نہ ہوا۔ حاتم گھبرا گیا۔



اس سلسلے کا اگلا ناول ہے

خطرناک مشن

سنسنی خیز واقعات سے بھرپور